تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۳۰ | ۲۵ اگست ۱۹۹۳ء مطابق ۷ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ | شمارہ ۲۰

(حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی)

بنیاد پرستوں اور بنیاد پرستی کے خلاف امریکہ کی عالمی مہم

ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ عام مدارس دینیہ کی مجالس شوریٰ کی طرح تقرری وتنزلی اور حساب کتاب پر طول طویل بحث ومناقشہ کے لیے نہیں ہوتی بلکہ انتظامی معاملات کے ساتھ ساتھ دعوتی اور فکری نشست بھی ہوتی ہے جس میں ناظم ندوۃ العلماء مجلس انتظامیہ سے تعلق رکھنے والوں (جو پورے ملک کے مختلف طبقوں کی نمائندگی کرتے ہیں) کے سامنے ہندوستان اور عالم اسلام میں اسلام اور مسلمانوں کے کردار، عصر حاضر کے فتنوں کے مقابلہ کے لیے دینی ودعوتی تقاضوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ذیل کا مضمون ناظم صاحب ندوۃ العلماء کی ایک دعوتی اور فکر انگیز رپورٹ ہے جو افادۂ عام کی غرض سے پیش کی جارہی ہے۔

گرامی قدر حضرات ارکان مجلس انتظامی ندوۃ العلماء — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ندوۃ العلماء کے ناظم بلکہ ایک خادم کی حیثیت سے اور اپنی ہی طرف سے نہیں بلکہ اپنے رفقائے کار کی طرف سے بھی میں آپ کا دلی خیر مقدم کرتا ہوں اور اس پر تشکر وامتنان کا اظہار کرآپ نے یہاں تشریف لانے کے لیے اپنے قیمتی، وسیع اور مفید مشاغل اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کی مصروفیت سے وقت نکالا اور زحمت سفر برداشت کی، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین جزاء عطا فرمائے اور ہم کارکنان ندوۃ العلماء آپ کی رہنمائی وتعاون سے پورا فائدہ اٹھا سکیں۔

حضرات! اس وقیع اجتماع کو دیکھ کر جس میں اہل علم وفکر واصحاب نظر اور ملت اسلامیہ ہندیہ کے ممتاز نمائندوں کی ایسی وقیع تعداد اس وقت جمع ہے، ندوۃ العلماء کے مشورہ طلب مسائل، اس کے بارہ میں جدید معلومات اور اس کی پیش رفت اور وسعت وترقی کے امکانات کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنے سے پہلے ملت کے ایک خادم کی حیثیت سے جس کی واقعات وحقائق پر اور خطرات اور چیلنجوں پر نظر ہے، جو صرف مدارس عربیہ، دینی وعلمی مرکزوں، علمی وتحقیقی کاموں اور تصنیفی سرگرمیوں ہی کے لیے خطرناک نہیں، بلکہ اس ملک میں وجود اسلامی ہی کے لیے خطرہ بن گئے ہیں، ان خطرات کی طرف اشارہ نہ کرنا۔ ہر چند کہ آپ سب حضرات ان سے ناواقف وبے خبر نہیں ہیں۔ اور اس مؤقر مجلس میں ان کی سنگینی اور ان کی وسعت وعمق کی طرف توجہ منعطف نہ کرانا، ان مقاصد ومحرکات، اس حقیقت پسندی ودور بینی اور اس پس منظر کے ساتھ ناانصافی ہوگی جو ندوۃ العلماء کی تحریک کے وجود میں آنے کا باعث ہوئے اور آج ہم ان مبصرانہ ومخلصانہ کوششوں کی کامیابی کے نتیجہ میں وجود میں آنے والے مرکز میں جمع ہیں۔

میں اس تکلیف دہ اور بظاہر غیر متعلق تمہید کے جواز کے لیے اردو کے قدیم شاعر کا ایک شعر پڑھ کر یہ دل خراش اور فکر طلب داستان شروع کردوں گا ؂

ہم نے اپنے آشیانہ کے لیے … جو چبھے دل میں وہی تنکے لیے

"بنیاد پرستوں" اور "بنیاد پرستی" کے خلاف امریکہ کی عالمی مہم

بعض بلیغ اور عمیق المعانی اشعار ایسے ہیں جو کثرت استعمال اور موقع بے موقع ان سے کام لینے کی وجہ سے اپنی معنویت وگہرائی اور غور طلبی یا سنسنی خیزی کو کھو چکے ہیں اور یہ معاملہ ہر زبان کے ساتھ ہوا ہے انھیں میں سوداؔ کا یہ شعر ہے ؂

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط وکتابت و منی آرڈر کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زر تعاون ملکی

سالانہ — پچاس روپے
فی شمارہ — ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک
۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ — ۱۰ ڈالر

نوٹ:-
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں، اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

○

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں
نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام وپتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں
اور اگر جدید خریدار ہیں تو بھی صراحت ضروری

درس حدیث

اچھا مسلمان ہونے کی پہچان

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی — ترجمہ شمس الحق ندوی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی (بے ضرورت) باتوں کو چھوڑ دے"۔

یہ حدیث ادب وتربیت کے اصولوں میں سے بہت بڑی اصل (جڑ) ہے۔ امام ابو عمرو ابن الصلاح نے ابو الحسن بن ابو زید سے جو اپنے زمانہ میں مالکی مسلک کے امام تھے، بیان کیا ہے کہ تمام اچھے آداب اور خیر کی باتیں چار حدیثوں سے نکلتی اور ثابت ہوتی ہیں، انھیں چار حدیثوں میں اس حدیث کو بھی شمار کیا ہے، باقی تین حدیثیں یہ ہیں (۱) آپ کا ارشاد کہ:

"جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو بولے تو اچھی بات بولے ورنہ خاموش رہے"۔

(۲) آپ کا ارشاد کہ:

"غصہ مت کرو"۔

(۳) آپ کا ارشاد کہ:

"مسلمان اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

یہ حدیث جس کا اوپر ذکر ہوا باقی چاروں حدیثوں کے مفہوم پر حاوی اور اس کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے اسلام کی خوبی اور اچھائی یہ ہے کہ بے ضرورت اور غیر مفید باتوں میں وقت نہ ضائع کرے بلکہ اس سے بچے اور دور رہے، خواہ گفتگو ہو یا کوئی اور عمل ہو، یعنی کا مطلب ہے قابل توجہ اور مفید بات۔

عنایت کسی چیز کو فکر واہتمام کے ساتھ حاصل کرنے کی کوشش کرنا، یہ مطلب نہیں ہے کہ جس چیز کی طرف اس کی طبیعت نہ چلے اس کی رغبت نہ ہو اس کو چھوڑ دے بلکہ یہاں مراد حکم شرعی ہے کہ شریعت کی رو سے جو چیز غیر مفید اور ناقابل توجہ ہو اس میں وقت نہ ضائع کرے اسی لیے اس کو اسلام کی خوبی بتایا ہے۔

یہ حدیث مسلمان کے اعلیٰ معیار انسانیت کا نقشہ پیش کرتی ہے، نمونہ کا معیار، مخلوق خدا میں سب سے بہتر ہونے کا معیار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ تھی آپ کی تربیت اور ادب سکھانے کا کام اللہ تعالیٰ نے کیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ادب سکھایا ہو اس کے حسن اخلاق وادب کا معیار ومرتبہ کیا ہوگا؟ اس کی شہادت خود کتاب خداوندی نے اس طرح دی ہے:

"اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ"

اس خلق عظیم کا اعلیٰ مظہر (صورت) گھٹیا اور رذیل باتوں سے بلند اور دور ہونا اور بے فائدہ کاموں سے بلند رہنا ہے، حقیقی معنی میں یہی بلند اور عظیم صفات ہیں۔ مومن کے گفتار وکردار کا مہمل ولغو ہونا اور ایسے کاموں کی فکر کرنا، اس کے اندر اس کے احساسات کا پایا جانا اس کے شایان شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

لہٰذا بندۂ مومن کے دل کو ان خیالات تک سے بے نیاز ہونا چاہیے جو لغو وبیکار اور کھیل تماشا ہوں۔

اور جب مومن کا اسلام اچھا ہوگا تو وہ ان سب چیزوں کی طرف سے بے اعتنائی برتے گا، جو خدا کی یاد سے غافل کرنے والی ہیں ان چیزوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائے گا۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور خود نفس انسانی اور آفاق میں پھیلی ہوئی اس کی نشانیوں اور مظاہر قدرت پر جو عقل کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں اور انسان سوچ میں پڑ جاتا ہے، انھیں دیکھ کر اس کے وجدان میں حرکت پیدا ہوجاتی ہے، ان پر غور کرنے میں رکاوٹ بنتی ہوں، جس بندۂ مومن ان لایعنی باتوں میں کیسے مشغول ہوسکتا ہے جب کہ وہ عقیدہ کی ذمہ داریوں، صفائی قلب، تزکیۂ نفس، ضمیر کی ترقی اور تربیت وسلوک میں مشغول ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ کہ "جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے تو بھلی بات بولے ورنہ خاموش رہے"۔

جب مومن کا اسلام اچھا ہوجائے گا تو وہ لایعنی (دینی) مشتبہات، مکروہات اور ایسی بیکار ومباح چیزیں جن کی اس کو ضرورت نہیں، کی کوئی پرواہ نہ کرے گا وہ ادھر نظر بھی نہ اٹھائے گا بلکہ انھیں بلندیوں پر ثابت قدم رہنے کی تدابیر کرے گا، جن کا ایمان مطالبہ کرتا ہے، یہ مرد مومن جو فرد ہے وہ جماعت یا معاشرہ کے محل کی ایک پختہ اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے اور جماعت وسماج کی زندگی ان تمام باتوں سے دور رہنے کا مطالبہ کرتی ہے جو بیکار محض ہوں، یعنی فساد وبگاڑ، دینی کاموں سے پھر جانا، جہاد فی سبیل اللہ کی مشقتیں جھیلنا، دشمنوں کے مکر وچال سے بچنے کے لیے محاذ جنگ پر جاگنا، عقیدہ کی وہ اہم چیزیں ہیں جو گھٹیا باتوں سے بہت بلند اور دور رہنے کی متقاضی ہوتی ہیں، جماعت سے متعلق فرد کی ذمہ داریاں ختم نہیں ہوسکتیں، مسلمان کبھی اس سے چھٹی نہیں لے سکتا نہ اس سے اپنے آپ کو الگ کرسکتا ہے یہ اس پر فرض ہے بعض حالات میں فرض عین اور بعض حالات میں فرض کفایہ، انسانی کاوشوں کے ان کاموں میں مشغول ہونے کے بعد لایعنی کے لیے اس کے پاس وقت کہاں بچ سکتا ہے، اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ مسلمان کبھی کبھی یا کسی وقت نفس کو راحت پہنچانے نشیط بنانے کے لیے تفریح طبع بھی نہ کرے یہ ایک الگ باب ہے، جو احتیاط، لغو ومہمل اور لایعنی باتوں سے تعلق نہیں رکھتا وہ زندگی کی ایک ضرورت ہے اس کے لیے حدیث پاک میں الگ ہدایت ورہنمائی ہے۔

حکمت ونصیحت کی باتوں میں ایسی چیزیں بھی بیان ہوئی ہیں جو اس حدیث کے مضمون سے قریب ہیں یا اس سے ملتی جلتی ہیں، انھیں باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت لقمان سے پوچھا گیا کہ یہ حکمت ودانائی اور فضل وکمال آپ کو کیسے حاصل ہوا تو انھوں نے جواب دیا۔ سچائی، امانت داری اور بے فائدہ باتوں سے دوری دپر بیٹھنے ہم کو شرف وفضیلت کے اس مرتبہ پر پہنچایا۔

حضرت حسن سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"بندہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی ایک پہچان یہ ہے کہ بندہ بے فائدہ کاموں میں مشغول ہوجائے"۔

اور بھی بہت سی ایسی چیزیں کتابوں میں موجود ہیں۔ حدیث پاک میں جو کچھ ہے وہ حقیقت کی وضاحت وبیان اور ہدایت کے سلسلہ میں سب سے بلند معیار رکھتی ہے کہ اس کا درجہ وحی کا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى"۔

حدیث کا فقہی پہلو

بے ضرورت وغیر مفید کاموں سے یعنی لغو چیزوں سے بچنا چاہیے خواہ وہ قول ہو یا فعل وعمل۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا "اللغو" غلط بات یا کام۔ وہ بات جس میں کوئی فائدہ نہ ہو غلط ہے۔ گو اس باطل سے کوئی وقتی اور فوری فائدہ حاصل ہوتا ہو۔

موجودہ حالات سے حدیث کی تطبیق

حدیث اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ مسلمان کو مہمل وغلط کاموں اور باتوں سے ہر وقت بچنا چاہیے اس میں نماز شروع کرنے سے پہلے کا وقت بھی شامل ہے، جس چیز سے مسلمان کو فائدہ نہ ہو اس کا چھوڑ دینا دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے۔

اس میں فرد کی بھی کامیابی ہے اور مسلمان معاشرہ اور جماعت کی بھی۔ وہ کامیابی جس کو مسلمان اپنے دل سے محسوس کرتا ہے اور عملی زندگی پر اس کے اثرات پڑتے ہیں۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اس بندۂ مومن کو سامنے لانا چاہتی ہے جس کے لیے وہ بہترین زندگی مقدر ہے جو اس انسان کے شایان شان ہے جس کو اللہ تعالیٰ منزل بمنزل کمال کے درجہ کو پہنچانا چاہتا ہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

اسلامی ذہن واعتقاد، فکر ونظر اور مسلم معاشرہ وماحول کو تاریخ کے مختلف وقفوں میں بہت سی انتشار انگیز اور گمراہ کن یا تشکیکی تحریکوں اور دعوتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے جن میں اعتزال اور خلق قرآن کا عقیدہ، فلسفہ یونان سے حد سے بڑھی ہوئی مرعوبیت اور اس کے مطابق دین کے حقائق وعقائد کی تاویل وتشریح، پھر دور آخر میں مغربی فلسفہ اور مغربی تہذیب سے مرعوبیت اس کے سامنے سپر اندازی اور اس کے مطابق دین کی اور بعض اوقات قرآن کی تفسیر وتاویل، پھر آخر میں الحاد ولادینیت کا رجحان جو جدید تعلیم اور مغربی اقتدار کے اثر سے بہت سے مسلم ممالک اور جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں پیدا ہوا۔

لیکن ان میں سے کوئی چیز (اپنی وقتی اور مقامی سحر انگیزی اور دل کشی کے باوجود) اسلام کے وجود وبقا کے لیے خطرہ اور اس کو زندگی سے خارج کرنے اور ہر طرح کے اثر اور کامیابی سے محروم کرنے کے لیے ایک گہری سازش اور پھر پورے عالم اسلام کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت نہیں رکھتی تھی، جتنی امریکہ سے اٹھنے والی بنیاد پرستی اور بنیاد پرستوں (FUNDAMENTALISM & FUNDAMENTALIST) کے خلاف نعرہ، جدوجہد اور ایک منصوبہ بند عالمگیر تحریک ودعوت ہے، جس میں یہودی دماغ، امریکہ اور یورپ کا دینی وعلمی وفکری ودعوتی سطح پر احساس کمتری (INFERIORITY COMPLEX) اسلام کے دائرہ کی وسعت اور خود مغرب میں اس کی اشاعت ومقبولیت کا خطرہ اور آخر میں روس کے انقلاب کے بعد اسلام اور ایک طاقتور اسلامی دنیا کا (جس میں اسلام کے احیاء اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے اور اسی میں دنیا کے سامنے ایک سحر انگیز نمونہ پیش کرنے کی صلاحیت ہے) مادہ پرست مغرب کے خلاف ایک طاقتور محاذ بن جانے کا خطرہ شامل ہے اس کا اصل محرک ہے۔

یہ تحریک جو نشر واشاعت کے ذرائع، ترغیب وترہیب، سیاسی وفوجی رشوتوں، وفود کی آمد ورفت، بین الاقوامی مجلسوں اور سب سے بڑھ کر خود اسلامی ملکوں کو اس طبقہ سے خوفزدہ کرنے کے ذریعہ (جو ان اسلامی ملکوں میں اسلام کو زندگی میں داخل کرنے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے) پھیلائی اور پھیلائی جا رہی ہے اور خود مسلم عرب ممالک میں صاحب اقتدار طبقہ اور نظام تعلیم اور صحافت واشاعت کے ذرائع پر قابو رکھنے والے طبقہ میں یہ ہراس پیدا کیا جا رہا ہے کہ اگر یہ اسلام پسند طبقہ (جس کے لیے "بنیاد پرست" کی اصطلاح ایجاد کی گئی ہے) کامیاب اور حاوی ہو گیا تو یہ حکومتوں اور رہنما اداروں کے لیے پیغام موت ہوگا، ان کو ہر طرح کے اقتدار اور نفوذ واثر سے محروم ہونا پڑے گا، بلکہ ان کو ان ملکوں میں زندگی گذارنی بھی مشکل ہو جائے گی جہاں وہ سیاہ وسپید کے مالک اور مطلق العنان حاکم ہیں۔

یہ خیال مسلم وعرب ممالک میں تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور مقبولیت حاصل کر رہا ہے، بعض ملکوں میں (جن میں افریقہ کے متعدد عرب ممالک الجزائر، تیونس، لیبیا پیش پیش ہیں اور مصر نے بھی اب اس دائرہ میں قدم رکھ دیا ہے) اب ساری توجہ اور جدوجہد اسی طبقہ اور جماعت کو بے اثر بنا دینے، بلکہ ان کے خطرے سے مستقل طور پر مامون ومحفوظ ہو جانے پر مرکوز ہو گئی ہے، جو دین کا اعلانیہ نام لیتا ہے معاشرہ کو دینی تعلیمات اور اسلام کی معاشرتی واخلاقی اور شرعی تعلیمات کا عامل (حامل) اور اس کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہے کہیں اس طبقہ کے لیے متشددین کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے کہیں ملتزمین کا کہیں رجعین کا کہیں مبدئین کا ان کے خلاف بڑے بڑے ذمہ داران حکومت تقریریں کرتے ہیں ان کے متعلق عالم اسلامی کے علماء سے استفسار اور استفتاء کیا جاتا ہے، حکومت کے ترجمان یا ہم خیال اخبارات ورسائل میں مضامین نکلتے ہیں کانفرنسیں اور سیمینار ہوتے ہیں اور اب ڈر یہ ہے کہ شاعر کا یہ مصرعہ ع

تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

حقیقت نہ بن جائے، بلکہ اس سے بڑھ کر مرغ قبلہ نما کی زبان سے یہی الفاظ نہ نکلنے لگیں جو یہ ترقی پسند ممالک اور امریکہ کے حاشیہ بردار بے محابا اپنی زبان سے نکالتے ہیں، اور اس وقت یہودیوں اور مسیحیوں کی سازش کو نا کام بنانے کے لیے جو عالم اسلام کے لیے صلیبی جنگوں اور تاتاری حملوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے، علمی وفکری، بلاغی (اشاعتی) وسیاسی وتنظیمی، ملکی وبین الاقوامی ہر سطح پر موثر جدوجہد کی ضرورت ہے، کہ جب اسلام کو زندگی سے خارج کر دیا جائے گا اور اصول ومبادی، خطوط وحدود سب مٹا دیئے جائیں گے تو پھر وہ دین کہاں باقی رہ جائے گا جو کفر وایمان، توحید وشرک، یہاں تک کہ سنت وبدعت، طاعت ومعصیت، صلاح وفسق، صدق وکذب اور حلال وحرام میں فرق کرتا ہے اور جو صاف کہتا ہے:

"قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ" (سورہ بقرہ-۲۵۶)

ہدایت تو گمراہی سے صاف صاف کھل چکی ہے تو جو کوئی طاغوت سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے اس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا۔

اور اس کا مطالبہ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ"

(سورہ بقرہ-۲۰۸)

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

اور جس کا صاف اعلان ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

(آل عمران-۱۹)

یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

اس لیے اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج اور اس کے لیے سب سے بڑا خطرہ وہ تحریک اور مغربی سازش ہے جو بنیاد پرستوں اور بنیاد پرستی کا نام دے کر عمومی مذاہب اور خاص طور پر (اور حقیقۃً) اسلام کے خلاف شروع کی گئی ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کے ملی تشخص کو ختم کرنے کے لیے مکمل منصوبہ بندی اور ہمہ گیر کوشش

جہاں تک ملت اسلامیہ کا تعلق ہے اس کے لیے محض جسمانی ونسلی بقا وتسلسل، جان ومال کا تحفظ تعلیمی اقتصادی سیاسی اور جمہوری مواقع ومنافع سے انتفاع واستفادہ کی آزادی اور اس سے بھی بڑھ کر کسی جمہوری ملک میں انتظامیہ وحکومت میں شرکت وحصہ داری بھی قطعاً کافی نہیں اور یہ ایک صاحب عقیدہ، صاحب دعوت وپیغام اور مثالی امت کے شایان شان نہیں، اس کے لیے ہر دور اور ہر ملک میں "ملی تشخص" کا برقرار رہنا، شعائر اسلام کا حامل ہونا، اپنے دینی عقائد کے مطابق زندگی گزار سکنا، دینی احکام پر عمل کی آزادی، عائلی قانون کا تحفظ، مخصوص تہذیب ومعاشرہ کے مطابق زندگی گزارنا بلکہ اس مخصوص زبان وثقافت کا باقی رہنا بھی ضروری ہے جو اس کے اپنے دین سے واقف اور اپنے ماضی سے مربوط ہونے کا ذریعہ ہے اگر اس کے ملی تشخص کی یہ ضمانتیں اور شرائط مفقود ہو جائیں تو کسی ایسے ملک یا ماحول میں ملت اسلامیہ کو آزاد، محفوظ، باعزت، اور جمہوری زندگی کا شریک ورکن باور نہیں کیا جا سکتا۔

خاص طور پر ایک ایسے ملک میں جو اپنے مزاج، روایات، مذہبی ساخت اور ہزاروں برس سے ایک قطعہ زمین میں محصور ہونے اور باہر کی متمدن دنیا سے کٹے رہنے اور حد سے بڑھے ہوئے احساس برتری کی وجہ سے دوسرے مذاہب وادیان، تہذیبوں اور ثقافتوں (CULTURES) کو اپنے مذہب وتہذیب اور طریقہ زندگی میں تحلیل؟ ومشہور ہو، وہاں اس اجتماعی ومعنوی تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے غیر معمولی جدوجہد اور ہمہ وقت بیداری ومستعدی کی ضرورت ہے، خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے ہندوستان اور اس کی تہذیب ومزاج کو "اکال الامم" کے لقب سے یاد کیا ہے یعنی جو قوم یہاں آئی وہ تحلیل ہو گئی اور اس نے اپنی قومی خصوصیات وامتیازات کو کھو دیا اور "ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد" کا منظر سامنے آتا رہا، ایسے ملک میں ملی تشخص اور دینی وتہذیبی ذکاوت حس (SENSITIVENESS) اور حقیقت پسندانہ محاسبہ اور احتساب قومی کی دوسرے ممالک کے مقابلہ میں زیادہ

ضرورت ہے۔

اسلام محض چند عقائد ورسوم کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ پورے مسلک زندگی کا حامل وداعی ہے اور وہ "صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً" کا نعرہ لگاتا ہے اور ہر اس تہذیب ومعاشرہ کو جاہلیت کا نام دیتا ہے جس کا سرچشمہ حکم الٰہی اور ہدایت ربانی کے بجائے ہوا وہوس، مصلحت ومفاد لذت وعزت یا محض تجربہ وقیاس ہو، اس نے پہلی مرتبہ اس حقیقت سے نقاب کشائی کی ہے کہ کوئی انسانی فرد مجرد عقائد پر زندگی نہیں گزار سکتا اور تہذیب ومعاشرت کو، عادات واخلاق اور عقائد وعبادات پر اثر انداز ہونے سے نہیں روکا جا سکتا، ان دونوں کے درمیان دیوار کھڑی کرنے کی کوشش غیر فطری ہے جو "نشاۃ ثانیہ" کے موقع پر مغربی تہذیب نے مذہب کو انسان کا "پرائیویٹ" معاملہ قرار دینے کی صورت میں کی، انسان کی زندگی متفرق اکائیوں کا مجموعہ نہیں جن کو جب چاہا ملا دیا جب چاہا الگ کر دیا بلکہ وہ خود ایک اکائی ہے اور اس اکائی کو "عبودیت" "اسلام"، "دین" اور "طاعت" کے کسی لفظ سے ادا کیا جا سکتا ہے اور یہی تفسیر ہے فرمان خداوندی "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ" کی۔

اب ندوۃ العلماء اور دار العلوم کے سلسلہ میں ان کی اپنے مقاصد میں کامیابی اور ان کی وسعت وپیش رفت اور موجودہ صورت حال کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرات! آپ کو یہ معلوم کر کے مسرت ہوگی کہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے تجویز کردہ نصاب کو الحمد للہ وسیع مقبولیت حاصل ہوئی ہے اس نصاب کو کلی طور پر جن مدارس نے قبول کیا ہے ان کی تعداد ایک سو کے قریب ہو چکی ہے، جن میں متعدد جامعات کی سطح کے مدارس ہیں، یہ ملحقہ مدارس اندرون ملک اور ہندوستان کے مختلف اطراف میں پھیلے ہونے کے ساتھ بیرون ملک میں کئی جگہ ہیں مثلاً نیپال، بنگلہ دیش اور ملیشیا ان ملحقہ مدارس کے علاوہ عصری جامعات (یونیورسٹیوں) میں اور متعدد اعلیٰ اور مشہور تعلیمی اداروں میں ندوۃ العلماء کے تیار کردہ زبان وادب عربی کے نصاب کو قبول کیا گیا ہے۔

خود دار العلوم ندوۃ العلماء میں طلباء کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے حالانکہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے بکثرت درخواستوں کو قبول کرنے سے معذرت کر دی جاتی ہے، رہائش کی ساری گنجائش ختم ہو چکی ہے، اس وقت ڈھائی ہزار طلباء احاطہ دار العلوم کے اندر ہی مقیم ہیں۔

ندوۃ العلماء کی ترقی اور توسیع اس کے لیے ذرائع آمدنی کے حصول وقیام اور دار العلوم کی تعمیرات میں تجدید واضافہ کے سلسلے میں (جو ہر اس شخص کو کھلی آنکھوں نظر آتا ہے جس نے دار العلوم کو ربع صدی پہلے دیکھا ہے) نائب ناظم کا جو حصہ ہے وہ آپ حضرات سے مخفی نہ ہوگا۔ وہ باوجود صحت کی کمزوری کے جو محنت وتوجہ کرتے ہیں وہ ندوۃ العلماء کے لیے نہ صرف اطمینان ومسرت کی بات ہے بلکہ مدارس عربیہ اور دینی کاموں کے لیے لائق تقلید اور باعث فخر ہے اب ڈیڑھ سال سے وہ اپنی خدمات کا کوئی معاوضہ بھی نہیں لے رہے ہیں اور تطوعاً وحسبۃً للہ کام کر رہے ہیں، باوجود راقم کے اصرار اور طلب کے انہوں نے ابھی تک اس کو قبول نہیں کیا، رہائش اور دیگر ضرورتوں سے بھی وہ مفت فائدہ نہیں اٹھاتے۔

ندوۃ العلماء کو معتمد تعلیم مولوی ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی سے بھی بڑی تقویت حاصل ہے وہ مکہ مکرمہ سے اپنے خرچ پر ندوۃ العلماء کی خدمت کے لیے آتے ہیں اور ندوۃ العلماء کے تعلیمی نظام کی تقویت کا باعث بنتے ہیں، ان کے پختہ علمی ذوق، تدریسی تجربات اور متعدد عربی اسلامی اور مغربی جامعات میں طویل قیام اور وسیع واقفیت سے ندوۃ العلماء کو بڑی مدد ملتی ہے اور دار العلوم کے اساتذہ وطلبہ کے سامنے ایک اچھا اور قابل تقلید نمونہ سامنے آتا ہے، نصاب کی تجدید اور بعض فنی کتابوں کی تصنیف وتدریس میں بھی ان کا خاص حصہ ہے۔

اب ایک سال سے پروفیسر محمد وصی صدیقی فرزند جناب ماسٹر محمد سمیع صدیقی مرحوم استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، سابق پرنسپل شاہجہاں پور اسلامیہ کالج کی رضاکارانہ خدمات بھی حال میں ندوۃ العلماء کو حاصل ہو گئی ہیں وہ نائب معتمد مال کی حیثیت سے ندوۃ العلماء کے معاملات میں مدد ورہنمائی کرتے ہیں اور ان کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

ندوۃ العلماء نے نصاب ونظام تعلیم میں جو بہتر سے بہتر طریقہ ہو سکتا ہے اختیار کرنے کا التزام رکھا ہے نصاب تعلیم میں علوم اسلامیہ کے بنیادی مضامین تفسیر وحدیث وفقہ کی کتابیں اس معیار ومقدار سے شامل ہیں جو برصغیر کی دینی تعلیم کی مستند وقدیم درسگاہوں میں شامل نصاب ہیں، ان کے علاوہ زبان وادب کے ضروری مضامین اس معیار سے شامل کیے گئے ہیں کہ ان سے تحریری وتصنیفی، دعوتی وفکری میدان میں (نطقاً وکتابۃً) اظہار خیال واصلاح حال کا کام لیا جا سکے اور اس سلسلے میں ندوہ کے فضلاء نے عالم عربی میں پیدا ہونے والی متعدد انحرافی وتحریفی تحریکوں (مثلاً قومیت عربیہ غیر محدود آزاد خیالی اور مغرب کی مکمل تقلید) کا قوت وقابلیت کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اور ان کی ایسی تردید کی ہے جس کا فضلاء عرب نے بھی اعتراف کیا ہے۔

اس تنوع اور وسعت کی وجہ سے ندوۃ العلماء میں اعلیٰ تعلیم چار شعبوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ کلیۃ علوم الدین، کلیۃ اللغۃ والآداب، معہد القضاء والافتاء، معہد الفکر والدعوۃ ان میں سے ہر شعبہ ایک بڑے استاد کی سربراہی میں اور متعدد بڑے اساتذہ کی مشارکت سے کام کرتا ہے، ان شعبوں کے علاوہ کتب خانہ کا شعبہ ہے جو ایک مرکزی اور سات ذیلی کتب خانوں پر مشتمل ہے۔

ایک شعبہ صحافت ونشریات کا ہے جس سے دو عربی کے اور ایک اردو کا پرچہ نکلتا ہے اور ان کا اپنے اپنے دائرہ میں رفعت واعتراف واحترام حاصل ہے، ان کے علاوہ شعبہ حفظ وقرأت معہد ثانوی وابتدائی، معہد تعلیم خصوصی کے شعبے ہیں، الحمد للہ سب شعبے اچھے طریقے سے کام ... کر رہے ہیں دار الاقاموں کی ۱۹ یونٹیں ہیں ہر یونٹ کے طلبہ ایک استاد کی نگرانی میں ہیں اہتمام کے کاموں کی وسعت وتنوع کی وجہ سے مہتمم صاحب کے تعاون ونیابت کے لیے ایک بڑے استاذ (مولانا سعید الرحمن صاحب ندوی) مشرف اداری وتعلیمی کے نام سے کام کرتے ہیں، جن کے تعاون ومشارکت سے دار العلوم کے تعلیمی وانتظامی کاموں کی انجام دہی میں بڑی مدد ملتی ہے،

ندوۃ العلماء کی شہرت الحمد للہ اسلامی عرب ممالک میں بہت اچھی ہے اور اس کی وجہ سے وہاں دعوتی وفکری کام کرنے کا میدان کھلا ہوا ہے اور یہاں کا عربی لٹریچر اور دعوتی وفکری مضامین ورسائل وقت بلکہ رغبت وطلب کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں اور اس کا نتیجہ ہے کہ رابطۃ الادب الاسلامی جو ۱۹۸۶ء میں اسلامی الفکر عرب ادباء کی تحریک پر حجاز میں قائم ہوا بین الاقوامی اور عالمی تنظیم کی ذمہ داری، صدارت اور سکریٹری شپ کے عہدے یہیں کے فضلاء اور منتسبین کے حوالے کیے گئے۔

ان چند حقائق ومعلومات کے ساتھ جو موجب شکر وامتنان ہیں اور ارکان مجلس انتظامی کے تحدیث بالنعمۃ اور ان کے مسرت واطمینان کے لیے پیش کیے گئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ سے اخلاص واستقامت، تائید ونصرت، اور حفاظت وصیانت، بلکہ توفیق وہدایت اور قبولیت کی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے، خادمان ندوۃ العلماء اور معزز ارکان انتظامی سے درخواست ہے کہ وہ اس کا اہتمام فرمائیں وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

(ابوالحسن علی [signature])

(ابوالحسن علی ندوی)
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۱۰ راگست ۱۹۹۳ء)

مغربی میڈیا اور اس کے اثرات

نذر الحفیظ ندوی ازہری

۱۸۹۷ء میں سوئزرلینڈ کے شہر "بال" میں تین سو یہودی دانشوروں، مفکروں، فلسفیوں نے ہرٹزل کی قیادت میں جمع ہوکر پوری دنیا پر حکمرانی کا منصوبہ تیار کیا تھا، یہ منصوبہ انیشٹ پروٹوکول کی صورت میں پوری دنیا کے سامنے عرصہ ہوا آچکا ہے اس منصوبے کو یہودی دانشوروں کا دستاویز بھی کہتے ہیں اس پلان کی تیاری میں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تیس یہودی انجمنوں کے ذہین ترین ارکان نے حصہ لیا تھا۔ انھوں نے جہاں یہ طے کیا تھا کہ تمام دنیا پر حکومت کرنے کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کرنا ضروری ہے وہیں اس دستاویز میں ذرائع ابلاغ کو بھی بنیادی اہمیت دی گئی تھی۔ بارہویں دستاویز میں صحافت کی غیر معمولی اہمیت اور اس کی تاثیر وافادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔

• اگر ہم یہودی پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے سونے کے ذخائر پر قبضہ کو مرکزی اور بنیادی اہمیت دیتے ہیں تو ذرائع ابلاغ بھی ہمارے مقاصد کے حصول کے لیے دوسرا اہم درجہ رکھتا ہے ہم میڈیا کے سرکش گھوڑے پر سوار ہوکر اس کے باگ کو اپنے قبضے میں رکھیں گے ہم اپنے دشمنوں کے قبضے میں کوئی ایسا موثر اور طاقتور اخبار نہیں رہنے دیں گے کہ وہ اپنی رائے کو موثر ڈھنگ سے ظاہر کرسکیں اور نہ ہی ہم ان کو اس قابل رکھیں گے کہ ہماری نگاہوں سے گزرے بغیر کوئی خبر سماج تک پہنچ سکے۔ ہم ایسے قانون بنائیں گے کہ کسی ناشر اور پریس والے کیلئے یہ ناممکن ہوگا کہ وہ پیشگی اجازت لیے بغیر کوئی چیز چھاپ سکے اس طرح ہم اپنے خلاف کسی بھی سازش یا معاندانہ پروپیگنڈے سے باخبر ہوجائیں گے ہمارے قبضہ وتصرف میں ایسے اخبارات ورسائل ہونگے جو مختلف گروہوں اور جماعتوں کی تائید وحمایت کریں گے خواہ یہ جماعتیں جمہوریت کی داعی ہوں یا انقلاب کی حامی حتی کہ ہم ایسے اخبارات کی بھی سرپرستی کریں گے جو انتشار وبے راہ روی جنسی و اخلاقی انارکی، استبدادی حکومتوں اور مطلق العنان حکمرانوں کی مدافعت اور حمایت کریں گے ہم جب اور جہاں سے چاہیں گے قوموں کے جذبات کو مشتعل کریں گے اور جب مصلحت دیکھیں گے انھیں پرسکون کردیں گے اس کے لیے ہم صحیح اور جھوٹی خبروں کا سہارا لیں گے ہم ایسے اسلوب سے خبروں کو پیش کریں گے کہ قومیں اور حکومتیں ان کو قبول کرنے پر مجبور ہوجائیں، ہم اس کی پوری احتیاط برتیں گے کہ پہلے سے ٹھونک بجاکر اور اچھی طرح نبض ٹٹول کر اقدام کریں، ہمارے اخبارات و رسائل ہندوؤں کے معبود وشنو کی طرح ہوں گے جس کے سینکڑوں ہاتھ ہوتے ہیں، ہمارے پریس کا یہ بنیادی کام ہوگا کہ وہ اپنے مختلف موضوعات اور کالموں کے ذریعہ رائے عامہ کی نبض پر ہاتھ رکھے رہے ہم یہودی ایسے مدیروں ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں کی ہمت افزائی کرینگے جو بدکردار ہوں اور ان کا مجرمانہ ریکارڈ ہو، ہمارا یہی معاملہ بدعنوان سیاستدانوں اور لیڈروں اور مطلق العنان حکمرانوں کے ساتھ ہوگا جن کی ہم خوب تشہیر کریں گے اور ان کو دنیا کے سامنے ہیرو بناکر پیش کریں گے۔ لیکن ہم جیسے ہی محسوس کریں گے کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکلتے جارہے ہیں، بس فوراً ہم ان کا کام تمام کردیں گے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ہو۔ ہم یہودی ذرائع ابلاغ کو خبررساں ایجنسیوں کے ذریعہ کنٹرول کریں گے، ہم دنیا کو جس رنگ کی تصویر دکھانا چاہیں گے وہ پوری دنیا کو دیکھنا ہوگا۔ جرائم کی خبروں کو ہم تفصیل سے غیر معمولی اہمیت دیں گے تاکہ پڑھنے والوں کا ذہن تیار ہو۔ اس انداز سے کہ قاری کو مجرم کے ساتھ ہمدردی ہوجائے۔

یہودیوں نے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لیے بڑی غیر معمولی ذہانت سے مختلف خانوں میں رنگ بھرنا شروع کردیا۔ سب سے پہلے انھوں نے ذرائع ابلاغ کا سہارا لیکر تمام دنیا کی نظروں میں اپنی قومی خصوصیات (ذلت وخواری بدطینتی، حرص ولالچ، قساوت قلبی، شرپسندی انسانیت دشمنی) کو بدلنے، اپنے کو مظلوم ثابت کرنے اور اپنی تمام قومی خصوصیات کو عربوں کے سر منڈھنے کی بھرپور کوشش کی بالفاظ دیگر مغربی میڈیا نے اپنی قوم کے چیچک زدہ چہرے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعہ خوبصورت بنانے کی جدوجہد پر اپنی تمام توانائیاں صرف کردیں یہ معمولی کام نہ تھا اسلیئے کہ صدیوں سے مسیحی واسلامی لٹریچر اور دنیا کی انسانی تاریخ یہودیوں کی مکاری، دغابازی، انسانیت دشمنی، شرپسندی اور سازشی داستانوں سے بھری ہوئی تھی بغیر اس عمل جراحی کے یہودیوں کے مقاصد کا حصول بھی ناممکن تھا، بیسویں صدی کی دوسری دہائی تک یہودیوں کو اپنے منصوبوں میں خاطرخواہ کامیابی نہیں ملی لیکن اقتصادی میدانوں میں ان کو زبردست کامیابیوں نے انھیں اپنی منزل سے بہت قریب کردیا ان کا وطن عالم عربی کے قلب میں قائم ہوگیا اسلئے کہ سب سے پہلے انھوں نے یورپی وامریکی قوموں کی نگاہ میں اپنے کو ایک مظلوم قوم بنانے میں کامیاب ہوگئے تھے، دوسری طرف اپنی تمام قومی خصوصیات کو عربوں اور مسلمانوں کے سر منڈھنے میں کامیابی حاصل کرلی تھی

عالمی خبررساں ایجنسیاں :۔

ذرائع ابلاغ اور خبررساں ایجنسیوں کے درمیان وہی تعلق ہے جو بندوق اور کارتوس کا ہوتا ہے اگر کارتوس فراہم نہ ہو تو بندوق کا وجود بیکار ہے۔ یہودیوں نے اخبارات ورسائل کے ساتھ خبررساں ایجنسیوں کے قیام کیطرف بھی توجہ کی کہ یہی وہ بنیادی ذریعہ ہے جس کے استعمال سے اپنی خواہش کے مطابق وہ کام لے سکتے ہیں یہودیوں کے پروٹوکول کے بارہویں باب کی یہ عبارت اب غور سے پڑھیے جس میں کہا گیا ہے کہ "ہماری منظوری کے بغیر کوئی ادنی سے ادنی خبر کسی سماج تک نہیں پہنچ سکتی، اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہم یہودیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ خبررساں ایجنسیاں قائم کریں جن کا بنیادی کام ساری دنیا کے گوشے گوشے سے خبروں کا جمع کرنا ہو۔ اس صورت میں ہم اس بات کی ضمانت حاصل کرسکتے ہیں کہ ہماری مرضی اور اجازت کے بغیر کوئی خبر شائع نہ ہوسکے"۔

اس عبارت کے بعد مشہور خبررساں ایجنسیوں کی کہانی اختصار کے ساتھ پڑھیے۔

ا۔ ریوٹر کی کہانی :۔ عالمی خبررساں ایجنسیوں میں ریوٹر کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے۔ دنیا کے بیشتر بلکہ تمام اخبارات اور ٹی وی اس ایجنسی کی خبروں پر بھروسہ کرتے ہیں، حتی کہ بی۔ بی۔ سی، وائس آف امریکہ، ریڈیو مونٹی کارلو وغیرہ بھی اس سے نوے فیصدی خبریں حاصل کرتے ہیں۔ اس خبررساں ایجنسی کے بانی اور موسس جولیس ریوٹر ۱۸۱۶ء میں جرمنی میں ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئے اس نے اپنی علمی زندگی کا آغاز ایک جرمن بینک سے کیا۔ ملازمت کے دوران جولیس کو خیال آیا کہ جرمنی میں موجود بینکوں اور تجارتی منڈیوں کو اقتصادی اور مالی امور سے متعلق خبریں فراہم کرنے کے لیے اگر ایک خبررساں ایجنسی کی بنیاد ڈالی جائے تو کیسا رہے گا اس منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد جولیس نے ملازمت سے استعفی دیدیا اس کے بجائے اس نے بینکوں اور تجارتی منڈیوں کو اقتصادی اور مالی خبریں فراہم کرنے کا کام شروع کردیا اس میدان میں جولیس کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی اس نے جرمنی سے برسیلز پھر پیرس اور ۱۸۵۱ء میں لندن تک اپنی ایجنسی کے کام کا دائرہ بڑھا دیا ٹیلیفون اور ٹیلیگرام کی ایجاد نے اقتصادی خبروں کے ساتھ سیاسی، سماجی اور ثقافتی خبروں کو اخبارات تک پہنچانے پر آمادہ کردیا۔ امریکہ فرانس، جرمنی، لندن اور یورپ کے دوسرے ملکوں کے علاوہ ایشیا اور دیگر براعظم سے نکلنے والے اخبارات، ریڈیو اور پریس نے ریوٹر کی خبروں کو گراں قیمت پر خریدنا شروع کردیا ریوٹر نے ۱۸۵۸ء میں اس وقت خبررسانی کا نیا ریکارڈ قائم کردیا۔ جب نپولین سوم کی تقریر ایک گھنٹے کے اندر برطانوی اخبارات تک پہنچانے میں کامیابی حاصل کرلی، امریکی خانہ جنگی کی خبریں بھی ریوٹر نے غیر معمولی سرعت کے ساتھ ذرائع ابلاغ تک پہنچائیں ۱۸۷۱ء میں ریوٹر خبررساں ایجنسی کے مالک کو برطانوی شہریت دیدی گئی اور ایک بڑے خطاب سے ملکہ برطانیہ نے اسکو سرفراز کیا ان دنوں ریوٹر کے صدر دفاتر نیویارک، لندن، پیرس، اور برلن میں ہیں ایک ہزار دوسو تیرہ نامہ نگار، دوسو پچاس کیمرہ مین، چودہ کارٹونسٹ، ایک سو چیف ایڈیٹر ایک سو ساٹھ نائب ایڈیٹر اور دس صحافتی مشیر، سائنس، اقتصادیات، فلم، ڈرامے، ادب، کھیل کود، سے متعلق دوسو ماہرین اس ایجنسی میں کام کرتے ہیں اور اسّی فیصدی کارکنوں کی تعداد یہودی ہے، پوری دنیا کا میڈیا اس یہودی خبررساں ایجنسی کی بھیجی ہوئی خبروں، تبصروں، تصویروں اور کارٹونوں کو نشر کرتی ہے۔ اور ہم پڑھنے، سننے اور دیکھنے والے ان تمام خبروں کو وحی کا درجہ بلکہ اس سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

۲۔ ایسوسی ایٹیڈ پریس :

۱۸۴۸ء میں امریکہ کے

پانچ بڑے روزناموں نے مل کر ایسوسی ایٹیڈ پریس خبررساں ایجنسی کی بنیاد ڈالی تھی ۱۹۰۰ء میں یہ ایجنسی ایک ایسی عالمگیر کمپنی کی صورت میں تبدیل ہوگئی جس نے امریکی براعظم سے شائع ہونے والے تمام اخبارات ورسائل کو خبریں فراہم کرنے اور دنیا بھر میں ان اخبارات ورسائل کو تقسیم کرنے کا کام سنبھال لیا۔ اس کمپنی میں ۹۰٪ حصہ یہودی سرمایہ کاروں کا ہے اس ایجنسی کے ماتحت آٹھ سو بہتر نامہ نگار، دوسو چودہ ایڈیٹر، ایک سو دو تبصرہ نگار، چوراسی کیمرہ مین، بارہ کارٹونسٹ ہیں جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں اور ۹۰٪ کارکن یہودی ہیں۔

۳۔ یونائیٹیڈ پریس :

۱۹۰۷ء میں امریکہ کے دو یہودی سرمایہ داروں۔ اسکرائپس اور ھوارڈ نے یونائیٹیڈ پریس کے نام سے ایک خبررساں ایجنسی کی بنیاد ڈالی اس کے دوسال بعد ولیم ھیرسٹ نے ۱۹۰۹ء میں انٹرنیشنل نیوز سروس کے نام سے کمپنی قائم کی جس نے بعد میں ایک ایسے عالمگیر اشاعتی ادارے کی حیثیت حاصل کرلی جس کی شاخیں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں ولیم ہیرسٹ اگرچہ خود عیسائی تھا لیکن اس کی شادی ایک بڑے یہودی سرمایہ کار کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ ولیم ہیرسٹ کے بعد ڈیوڈ ہیرسٹ اور پیٹریشیا ہیرسٹ کا پورا خاندان یہودی خاندان میں تبدیل ہوگیا۔ ۱۹۵۸ء میں یونائیٹیڈ پریس اور انٹرنیشنل پریس دونوں آپس میں ضم ہوکر نیویارک ٹائمز کی ملکیت میں آگئے جو ایک یہودی کے ماتحت ہے۔

۴۔ فرانسیسی نیوز ایجنسی (اے۔ ایف۔ پی)

۱۸۳۵ء میں فرانس کے ایک یہودی خاندان "ھاواس" نے ہاواس نیوز ایجنسی کے نام سے ایک خبررساں ادارے کی بنیاد ڈالی جو آگے چل کر ایجنسی فرانس پریس کے نام سے مشہور ہوا۔ اگرچہ فرانس میں صرف سات لاکھ یہودی ہیں لیکن وہاں سے شائع ہونے والے اخبارات ورسائل پر ۸۵٪ یہودیوں کا سرمایہ ہے۔ مشہور برطانوی یہودی سرمایہ دار جیمس گولڈ اسمتھ۔ جس کو فرانس کی بھی شہریت حاصل ہے۔ فرانس سے نکلنے والے اہم سیاسی روزناموں، لوفیگارو، ڈیلی ایکسپریس، لوکوٹیدیاں فرانسوار، نوود کا یے۔ کے علاوہ طبقہ نسواں میں مقبول عام رسالہ فیملی ورکر د اشاعت پندرہ لاکھ) ان سب پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ اور یہی یہودی میڈیا فرانسیسی حکومت کے لیے پالیسی بناتا ہے۔

برطانوی صحافت :

برطانیہ کے سیاسی اور سماجی زندگی میں یہودیوں کا عمل دخل بہت قدیم ہے اس استعماری ملک کا وزیر اعظم بنجامن ڈزرائیلی اور برطانوی افواج کے چیف آف اسٹاف دونوں بیک وقت یہودی تھے۔ اس سے برطانیہ پر یہودیوں کی حکمرانی اور غیر معمولی اثر ونفوذ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے چہ جائیکہ صحافت کی بادشاہت جس پر بلا شرکت غیرے یہودی عرصہ سے قابض ہیں اور پوری دنیا کو جس رُخ پر چاہتے ہیں لیجاتے ہیں۔ بی۔ بی۔ سی کے سربراہ ادھر مسلسل تین دہائیوں سے یہودی ہی چلے آرہے ہیں اسٹار ٹی وی نے جب سے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے جب سے ان یہودیوں کا پروپیگنڈا اور بڑھ گیا ہے۔

لندن ٹائمس ان مشہور عالمی اخبارات میں سے ایک ہے جس کے اداریے، تبصرے کارٹون اور خبریں حکومت برطانیہ کو تبدیل کرنے کے لیے کافی ہیں ۱۷۸۵ء سے یہ اخبار نکل رہا ہے۔ اگرچہ تھامسن انٹرنیشنل کی ملکیت میں یہ اخبار شائع ہورہا تھا۔ لیکن مشہور یہودی سرمایہ دار روتھشیلڈ نے اشتہارات کے ابتدائی دور میں اور بعد میں اپنے من پسند ایڈیٹروں اور یہودی نامہ نگاروں کے ذریعہ اس اخبار پر قبضہ کرلیا، تھامسن انٹرنیشنل کی ملکیت کے دور میں یہودی کارکنوں کا تناسب بیس فیصدی تھا۔ لیکن آج سے بیس سال قبل ٹائمس کو مصنوعی طور پر مالی بحران سے دوچار کرکے اس کا خوب پروپیگنڈا کیا گیا۔ ٹائمس میں یہودی کارکنوں نے تنخواہوں اور الاؤنسوں میں ۲۵٪ اضافہ کا مطالبہ کردیا تو تھامسن نے اخبار کو بند کرنے کا اعلان کردیا کہ اخبار کی مالی حیثیت اس گرانقدر اضافے کو برداشت نہیں کرسکتی، اس اعلان نے برطانوی شہریوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس موقع پر آسٹریلیا کے مشہور یہودی سرمایہ دار رابرٹ مردوخ نجات دہندہ کی صورت میں سامنے آیا۔ اس نے اخبار کو نو ملین اسٹرلنگ پونڈ سالانہ خسارہ کو پورا کرنے اور پورے اخبار کو خریدنے کا عزم ظاہر کیا ہر طرف سے اس نجات دہندہ کی تعریف ہونے لگی۔ بالآخر اس یہودی سرمایہ دار نے پینتالیس ملین ڈالر میں اس اخبار کو خرید لیا۔ اس کے بعد رابرٹ مردوخ نے سنڈے ٹائمز کو خرید کر فلٹ اسٹریٹ پر جہاں سے لندنی اخبارات ورسائل شائع ہوتے ہیں) قبضہ مکمل کرلیا۔

لندن ٹائمز اور سنڈے ٹائمز کی خریداری کے بعد رابرٹ مردوخ کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اس نے لندن کے مشہور ہفت روزہ رسالوں سن، نیوز آف دی ورلڈ، سٹی میگزین اور ویک اینڈ جیسے رسالوں پر قبضہ کرلیا جو فحاشی پھیلانے کی بناپر چالیس اور پچاس لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ (سن کی تعداد اشاعت اڑتیس لاکھ، نیوز آف دی ورلڈ کی اشاعت چالیس لاکھ ہے) ان رسائل کے علاوہ برطانیہ سے شائع ہونے والے مندرجہ ذیل اخبارات ورسائل یہودیوں کی ملکیت ہیں ڈیلی ایکسپریس، نیوز کرانیکل، ڈیلی میل، ڈیلی ہیرالڈ، مانچسٹر گارجین، یورک شائر پوسٹ، ایوننگ اسٹینڈرڈ، ایوننگ نیوز، آبزرور سنڈے ریویو، سنڈے ایکسپریس، سنڈے کرانیکل، جان بال، دی سنڈے پیپل، سنڈے ڈسپیچ، دی اسکاچ، دی ایمبیسڈر، دی جگرانک۔

۱۹۸۱ء میں جو اعداد وشمار شائع ہوئے تھے ان کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ کے پندرہ روزنامے مکمل طور پر یہودیوں کی ملکیت میں ہیں، ان کی یومیہ اشاعت تینتیس ملین ہے جبکہ اصل برطانوی شہریوں کی تعداد پچاسی ملین ہے (باقی آئندہ)

امریکا میں عالمی مذاہب کانفرنس سو سال بعد

حضرت مولانا علی میاں مدظلہ شرکت کے لیے روانہ

۱۷ر اگست ۱۹۹۳ء کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ امریکا میں تمام مذاہب کی ایک عالمی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے جو ایک سو برس کے بعد ہورہی ہے۔ ۱۷ر اگست کو لکھنؤ سے دہلی روانہ ہوگئے۔ جہاں سے وہ پہلے ترکی پھر لندن اور پھر شکاگو جائیں گے۔

مولانا علی میاں مدظلہ کا یہ ملکی بیرونی سفر کل سے شروع ہوگا استنبول (ترکی) میں وہ پہلے رابطہ ادب اسلامی کے سالانہ عالمی سیمنار میں شرکت کریں گے اس ادبی وعلمی سیمنار کا موضوع ہے "ادب اور اصناف ادب کا اسلامی تصور اور اس کے مختلف نقطہائے نظر" اور پھر ایک ہفتہ کے بعد انگلستان روانہ ہوں گے۔ جہاں آکسفورڈ یونیورسٹی میں قائم اسلامک اسٹڈیز سنٹر کے، جس کے وہ چیرمین ہیں سالانہ اجلاس میں شرکت کرکے شکاگو روانہ ہوجائیں گے۔ مولانا علی میاں کے اس سفر میں رابطہ ادب اسلامی کے سکریٹری جنرل مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی بھی ساتھ رہیں گے۔ لیکن ترکی میں رابطہ ادب اسلامی کے اجلاس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا سعید الرحمن اعظمی اور "الرائد" کے ایڈیٹر مولانا واضح رشید ندوی بھی شرکت کریں گے اور ترکی تک مولانا کے ہم سفر رہیں گے۔

شکاگو (امریکا کا مشہور صنعتی شہر) میں ۱۸۹۳ء میں وہیں کے بسنے والوں نے ایک عالمی بھائی چارہ، مفاہمت وغیرہ کے مقاصد کے تحت عالمی کل مذاہب کانفرنس کا اہتمام کیا تھا اور اب اس کے سو سال پورے ہونے پر اس کا دوسرا اجلاس بلایا گیا ہے۔ جو ۲۸ر اگست سے ۵ر ستمبر تک چلے گا اور اس میں دنیا کے مختلف بڑے مذاہب بشمول اسلام، زرتشت، عیسائی، یہودی، ہندو، بودھ، جین اور بہائی کے ممتاز رہنماؤں اور عالموں کو مدعو کیا گیا ہے۔ یہ کانفرنس "کونسل فار اے پارلیمنٹ آف دی ورلڈس ریلیجس" (کونسل برائے اجتماع عالمی مذاہب) کے نام سے ہوتی ہے۔

اس کانفرنس کے دوران مختلف مذاہب کے زیر اہتمام نمائش بھی ہوگی جس میں مذہب سے متعلق فن پارے (تصاویر، نقاشی، کتبے، سنگ تراشی کے نمونے، مخطوطات وغیرہ شامل ہوں گے)۔ کانفرنس کے مقاصد میں عالمی مذاہب کے درمیان یکجہتی، مذہبوں میں مفاہمت، بدلتی دنیا میں مذاہب کا رول، ۲۱ ویں صدی، زمین کا مستقبل، عالمی دوستی اور بھائی چارہ وغیرہ شامل ہے۔

کانفرنس میں مدعو کیے جانے والوں میں ہندوستان سے حضرت مولانا علی میاں کے علاوہ ہندو، بودھ، جینی وغیرہ بھی شامل ہیں۔ کانفرنس میں رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ عمر النصیف بھی شامل ہیں۔ کانفرنس میں اسلامی دنیا کے مہمانوں کے لیے میزبان گروپ کے چیرمین ڈاکٹر حامد عبدالحی ایم ڈی ہیں۔

کیا خوب ہے یہ نکاح مسنونہ اور ولیمہ مسنونہ

آج کل نکاح و شادی کی تقریبات پر نظر کر لیجئے کیا ہو رہا ہے، بڑے بڑے قیمتی اور خوشنما گلنار رنگ دعوت نامے چھپ رہے ہیں، آخر میں دیکھیے کون مدعو کر رہا ہے بیگم و فلاں صاحب۔ بیگم صاحبہ کا نام پہلے آتا ہے اور شوہر صاحب کا نام بعد میں آتا ہے۔ وہی فرنگی تہذیب والی ذہنیت ہے یہ کورانہ تقلید اسلامی نقطۂ نگاہ سے بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ پھر کارڈ میں لکھتے ہیں نکاح مسنونہ، ولیمہ مسنونہ، ماشاء اللہ۔

کیا خوب نکاح مسنونہ اور ولیمہ مسنونہ ہے۔ ذرا شادی ہال میں جا کر دیکھو کیا ہو رہا ہے، دلہن، دولہا کے فوٹو لیے جا رہے ہیں، عورتوں، مردوں کا اختلاط۔ بلاتکلف ویڈیو لیا جا رہا ہے طرح طرح کے گناہ کبیرہ۔ اسراف جو آج کل شادی ہالوں میں ہو رہے ہیں، ان کی زندگی میں بار بار یاد تازہ کریں گے، کھڑے ہو کر کھانا کھایا جائے، قاضی صاحب خطبہ پڑھ رہے ہیں، سامنے فوٹو لیے جا رہے ہیں، ویڈیو بن رہا ہے، گانے بجانے کی آوازیں بھی آ رہی ہیں دولہا صاحب ہیں کہ سہرے میں ڈھکے ہوئے ہیں جو خالص مشرکانہ ہندوؤں کی رسم ہے جو تشبیہ بالکفار کا شائبہ لیے ہوئے ہے۔ دولہا صاحب کو تحفہ میں سونے کی انگوٹھی دی جاتی ہے جس کو مرد کے لیے پہننا حرام ہے۔

دلہن صاحبہ کے میک اپ میں نیل پالش کا استعمال لازمی ہے جسے لگانے کے بعد نہ وضو ہوتا ہے نہ غسل، شادی ہال کو ہر طرح کی خود نمائیوں اور مختلف رنگ کی روشنیوں سے سجایا جاتا ہے جو شرعی اعتبار سے اسراف و تبذیر ہونے کی وجہ سے شیطان لعین کا بھائی بننے کا فخر حاصل کیا جا رہا ہے۔ شرکائے تقریب کو نہ نماز کا خیال نہ جماعت کی فکر۔ یہ ہے وہ عقد مسنونہ یا ولیمہ مسنونہ کی ہیئت کذائی جو نہ معلوم کتنے گناہ کبیرہ اسراف حرام و ناجائز امور کا مجموعہ ہے۔ استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اب اس کے خمیازہ پر نظر کیجئے۔ شادی ختم ہو گئی، بڑی شان و شوکت سے ہوئی، کئی ہزار کی رقم ڈیکوریشن اور میرج ہال کو دی گئی، کئی ہزار دعوت میں خرچ ہوئے، کئی ہزار ویڈیو بنانے پر دینے پڑے، بیٹھ کر تخمینہ لگائیے کہ کتنے خرچ کا اندازہ لگایا تھا اور کتنا خرچ ہو گیا اور وہ بھی زیادہ تر خدا کی نافرمانیوں میں، اکثر قرض کا بے اندازہ بار اس کا خمیازہ ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قانون شریعت کے مطابق عمل رد عمل کے تحت اس کی سزا بھگتنی پڑے گی یا نہیں حق تعالیٰ تو فرماتے ہیں: "وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ"۔ ایک ایک ذرہ کا حساب دینا پڑے گا، کتنا اسراف کیا، کتنی نافرمانیاں کیں، کتنے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے، کتنی بدعات و رسومات خلاف شرع کیں، اس کا خمیازہ ضرور بھگتنا پڑے گا، دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ وہ خمیازہ یہ ہے کہ مہینہ بھر بھی نہیں گزرا کہ شوہر اور بیوی میں مزاجی اختلاف شروع ہو گیا، زندگی میں تلخی پیدا ہونے لگی، دونوں فریق کالج کی آزادانہ فضاؤں کے تعلیم یافتہ، تربیت یافتہ ہر ایک کو اپنی فوقیت کا احساس، آپس میں نباہ کی اعانت کا احساس نہ محبت نہ رواداری۔ اگر دین سے بے گانگی ہوئی تو نہ طہارت نہ عبادت ایسا اختلاف بڑھتے بڑھتے شدت اختیار کر لیتا ہے اور طلاق و خلع کی نوبت آ جاتی ہے بہ سبب بے دینی، بد اخلاقی اور آزاد خیالی کا خمیازہ ہے، اکثر خاندان انہی حرکات سے تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔

ماں باپ کو گر ان لوگوں کی ازدواجی زندگی پریشان کن معلوم ہوئی تو وہ اس کے تدارک کے لیے عملیات اور تعویذ گنڈوں کے پھیر میں پڑ جاتے ہیں، کہتے ہیں کسی کے حسد کا نتیجہ ہے، کسی نے جادو کر دیا ہے، کسی نے عمل کر دیا ہے مگر اس کا احساس نہیں کہ خود کتنے گناہوں اور خلاف شرع باتوں کا ارتکاب کر چکے ہیں جس کا یہ وبال ہے یہ ایسا وبال ہے جو گھر گھر رائج ہو رہا ہے۔ خدا کے لیے ان باتوں کا جائزہ لو، خلاف شرع باتوں کو ترک کرو استغفار کرو اور سیدھی سادی اسلامی زندگی بسر کرنے کا اہتمام کرو ان شاء اللہ عافیت و سکون قلب حاصل ہو گا۔

ان سب باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی خلاف شرع باتوں کا جائزہ لینا چاہیے دل سے توبہ کرنا چاہیے، ان کو ترک کرنا چاہیے، اس لیے بھائی ہوش میں آ جاؤ، اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے رہو اور خود بھی اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی بتانا چاہیے کہ ایسی تقریبات نہ کرو جس کا نتیجہ خود مشاہدہ کر رہے ہو کہ کتنا ناگوار ہے، کتنا عافیت سوز ہے، دنیا میں کتنی ذلت ہو رہی ہے اور زندگی وبال ہو رہی ہے۔

ڈاکٹر عبدالحی عارفی --- اپنے ایمان کا جائزہ لیجئے

یتیم کی جیت

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

جو زور والے تھے ان کا زور توڑنے کے لیے، جو گھمنڈ والے تھے انہیں نیچا دکھانے کے لیے، جو حکمت اور حکومت والے تھے ان میں عبدیت کی شکستگی پیدا کرنے کے لیے اور سب سے بڑھ کر اپنی بے مثال قدرت و حکمت کا بے مثال نمونہ دکھانے کے لیے، انتخاب اس کا کیا جاتا ہے جو نہ زور رکھتا ہے نہ زر، نہ اس کے جلو میں سوار اور پیادے ہیں اور نہ اس کی بغل میں علوم و فنون کی پوتھیاں، ایک بے یار و مددگار یتیم بچہ جس کی ولادت سے قبل ہی اس کے باپ کو اٹھا لیا جاتا ہے، عرب کی سرزمین پر نمودار ہوتا ہے اور اسے حکم ملتا ہے کہ اپنے خاندان اور اپنے قبیلہ ہی کی نہیں سارے ملک کی بھی نہیں سارے عالم کی اصلاح پر کمربستہ ہو جائیے! عقلیں حیران، دماغ متحیر!

جنہیں اپنی تہذیب و شائستگی پر ناز تھا انھوں نے قہقہے لگائے، جنہیں خطابت و سحر بیانی کا دعویٰ تھا، انھوں نے تالیاں بجائیں۔ جنہیں آجکل کی برہنہ تصویروں اور نیم برہنہ صورتوں کی طرح اپنی برہنہ شاعری پر فخر تھا، انھوں نے آوازے کسے، مال اور جتھے والوں کے تیور پر بل پڑے اور جو زور و قوت والے تھے تن تن کر اور اکڑ اکڑ کر میدان میں نکل آئے۔

مقابلہ زور اور ضعف کے درمیان جسے دنیا زور اور قوت سے تعبیر کرتی ہے، اور جسے دنیا ضعف و ناتوانی کہہ کر پکارتی ہے۔ ایک طرف ساماں کی فراوانی، دوسری طرف بے سر و سامانی ادھر معاہدہ اور سازشیں ادھر تنہائی کی عبادتیں، یہاں ریاست و سرداری وہاں فاقہ و نامرادی اُس طرف جاہ و تجمل اس طرف فقر و توکل۔ جو اکیلا دنیا کی نظروں میں بے یار و یاور تھا۔ اس پر خوب جی بھر کر ٹھٹھے لگائے گئے اور جو شان کے اونچے اور جتھے والے تھے انھوں نے پکار پکار کر کہا، کہ ذرا سننا اور دیکھنا، اس تخیل کو تو دیکھنا، کہ جسے جھونپڑا بھی نصیب نہیں وہ محلوں کے خواب دیکھ رہا ہے، اور جو اپنی بے بسی اور بے کسی کے دور کرنے پر قادر نہیں وہ دنیا کو راہ ہدایت دکھانے کا دعویٰ اور خلق کو جادۂ اصلاح پر لانے کا حوصلہ کر رہا ہے۔ یہ سب کرشمے وہ دکھاتا رہا تھا جس نے نمرود کا بھیجا ایک مچھر کے ذریعے سے پاش پاش کر دیا تھا۔ جس نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی خوراک بنا دیا تھا

دنیا نے چند ہی روز کے بعد کیا نظارہ کیا؟ اس ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت میں کیا دیکھتی چلی آ رہی ہے؟ ابوجہل کی قبر کا بھی کہیں نشان ہے؟ ابولہب کا "مزار" کوئی آج تک تلاش کر سکا ہے؟ عاص بن وائل کی اولاد آج دنیا کے کسی خطہ میں آباد ہے؟ امیہ بن خلف کے کارناموں کی داد آج تاریخ کے کون سے طلبہ دے رہے ہیں؟ ولید بن مغیرہ کے فضائل و مناقب کا چرچا آج کسی زبان پر ہے؟ عقبہ کی اولاد آج دنیا کے کسی گوشہ میں آباد ہے؟ رؤسا قریش کی ریاست، اور سرداران مکہ کی سرداری کی کہیں گرد تک بھی باقی ہے؟ روئے زمین کے کسی خاندان کو آپ نے پایا ہے جو اپنا شجرۂ نسب ان باغیوں اور طاغیوں سے جوڑ رہا ہو؟ لیکن اس یتیم کے ذکر و یاد کا یہ عالم ہے کہ

تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

صلی اللہ علیہ وسلم

امریکہ میں ہزاروں مطلقہ عورتیں نفقہ نہ ملنے کی وجہ سے بے گھر ہیں

امریکن لیڈی ڈاکٹر کا قبول اسلام

ترجمہ: — مقبول احمد ندوی

امریکہ کی اس نوجوان لیڈی ڈاکٹر نے ترجمۂ قرآن پاک کا ناقدانہ نظر سے مطالعہ کیا ہے، دوران مطالعہ وہ اس کے اندر (مغرب کی مزعومہ) غلطیاں ڈھونڈتی تھی، لیکن اس وقت اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اسے اس لازوال کتاب میں اپنے ہر اس سوال کا شافی اور تسلی بخش جواب مل گیا جو بچپن ہی سے اس کے ذہن و دماغ میں گردش کیا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ بعد ہی اس نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کر دیا، اور اب اس کا اسلامی نام ماریہ ہے۔

۲۵ سال کی جواں سال امریکن ڈاکٹر اپنی سرگذشت آپ ہی بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ:

"امریکہ کے صوبہ کلیولانڈ میں میری پرورش ایک دیندار متشدد کیتھلک گھرانے میں ہوئی، علم النفس میں میں نے B.A کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد میں نے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا جہاں اس وقت میں M.A کا مقالہ تیار کر رہی ہوں۔ مگر میں اپنے عقائد اور افکار و خیالات سے مطمئن نہیں تھی، مجھے ہمیشہ ایک مبہم سا انجانا کرب و اضطراب ستاتا رہتا، اور "ثالوث" کی ماہیت و حقیقت کے متعلق میرے ذہن میں طرح طرح کے سوالات اٹھتے رہتے مزید برآں کیتھلک (CATHLIKE) اور پروٹسٹنٹ (PROTESTENT) اور ارتھوڈکس (AURTHODEX) فرقوں میں بٹ کر نصرانیت و مسیحیت کا تصور کیوں مختلف ہو جاتا ہے؟ اور ہر ایک کے اندر اس کا ایک خاص مفہوم کیوں متعین ہو جاتا ہے؟ میرا ایمان تو صرف ایک اللہ پر تھا، غلطی و سچائی، اور حق و ناحق کے درمیان میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ مگر اسلام کے متعلق سنجیدگی سے اس زاویہ نظر سے کبھی نہ سوچا کہ یہ بھی کوئی قابل قبول اور قابل تقلید دین و مذہب ہے۔ اسلام کے متعلق میرا جو کچھ تصور تھا وہ صرف یہ تھا کہ وہ یرغمالیوں اور جنگوں اور دہشت گردی و تشدد پسندی، انتہا پرستی و بنیاد پرستی کا دین ہے، اور یہ کہ مسلمان قتل و خونریزی، ظلم و سفاکی کی خوگر ایک وحشی قوم ہے۔

محترمہ ماریہ مزید کہتی ہیں:

میرے قبول اسلام کی کہانی اس وقت شروع ہوئی جب میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ترجمہ قرآن پاک کا تنقیدی نگاہ سے مطالعہ شروع کیا تاکہ مجھے یہ معلوم ہو سکے کہ آیا یہ حق ہے یا باطل؟ لیکن اس وقت میں حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات میں ڈوب کر رہ گئی جب میں نے دیکھا کہ اسلام کا عقیدہ تو نہایت واضح، روشن، اور صاف ستھرا ہے، اور اس کے اندر خدا کا جو تصور ہے وہ بھی بے غبار ہے یعنی "انما ھو الٰہ واحد" تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ مطالعہ کے بعد مجھے ایک طرح کی ذہنی آسودگی اور قلبی اطمینان و سکون حاصل ہوا اور جو جو سوالات میرے حاشیہ ذہن پر گردش کر رہے تھے، قرآن میں مجھے ہر ایک کا تشفی بخش جواب مل گیا۔ اس کے بعد تو میں نے قرآن پاک اور دیگر اسلامی موضوعات کے مطالعہ کو اپنا محبوب مشغلہ بنا لیا اور اسلام کو گہرائی سے سمجھنے کے لیے اچھی طرح مطالعہ کیا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت اور اسلامی تاریخ کا بھی مطالعہ کیا۔ اسلام نے صنف نازک کو جو مقام و مرتبہ اور حقوق صدیوں سے دے رکھا ہے اس نے میری نگاہوں کو خیرہ کر دیا جبکہ امریکہ میں عورتوں کے اپنے حقوق کی بازیابی اور برابری کے مطالبے کی تاریخ چند سالوں سے زیادہ نہیں۔

اس کے بعد دوسرا قدم میں نے یہ اٹھایا کہ مسلم مردوں، عورتوں اور ان کی عائلی و خانگی زندگی کا تجزیہ کرنا شروع کیا، اور امریکی اور ان کی معاشرتی و اجتماعی زندگی کا تقابل و موازنہ کیا۔ اور یہ بھی میری خوش قسمتی ہے کہ حسن اتفاق سے میری ملاقات بعض دیندار اور شریف مسلم گھرانوں سے ہو گئی، ان کے طریقۂ زندگی، طرز معاشرت، خانگی آداب، بچوں کی نگہداشت اور ان کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ دیکھ کر میں مسحور ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے سے پیار و محبت کا معاملہ کرتے ہیں، اور ہر ایک دوسرے کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا ہے، اور اس کا بالمقابل جو بھی کام کرتا ہے اسے قدر و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جو امریکہ کے بیشتر گھرانوں میں عنقا ہے۔

سوال: — آپ یہ بتائیے! اسلام میں عورتوں کے ساتھ جو احکام مخصوص ہیں ان میں کون سا حکم آپ کو سب سے زیادہ پسند آیا؟

جواب: — حجاب! کیونکہ مجھے مکمل یقین اور اطمینان ہے کہ عورت کا اپنے جسم کو ڈھکا رکھنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ مردوں سے کم تر ہے، بلکہ یہ اس کے تحفظ اور احترام و اکرام کا خاص حق ہے۔ اس طرح اسلام مطلقہ عورتوں کو خاص مدت تک نفقہ دیتا ہے، اور مزید اسے شوہر کے گھر میں رہنے کی اجازت بھی دیتا ہے۔ اگر امریکہ میں ایسا ہوتا تو ہزاروں مطلقہ عورتیں یوں بے گھر، در بدر، ماری ماری نہ پھرتیں۔ پھر یہ کہ اسلام نے عورتوں کی اصلی ذمہ داریوں کی بھی وضاحت کے ساتھ تحدید کی ہے، مثلاً یہ کہ وہ اپنے گھر، اور بال بچوں کی نگہداشت کرے، کیونکہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے وقت دینا دراصل تہذیب و تمدن کی تعمیر و ترقی کے مترادف ہے، بصورت دیگر بچے شتر بے مہار کی طرح بلا کسی تربیت کے پرورش پائیں گے جیسا کہ آج کل امریکہ میں عام طور سے دیکھنے کو ملتا ہے۔

سوال: — آپ کے خیال میں ہم امریکہ کے معاشرہ میں کس طرح اسلامی دعوت دے سکتے ہیں؟

جواب: — امریکیوں کے نزدیک اسلام کا تصور نہایت ہی گھناؤنا اور مسخ شدہ ہے۔ جو بہت حد تک سیاست سے جڑا ہے۔ ذہنی طور سے وہ اسلام کو ایک جنگجو اور لڑاکو مذہب گردانتے ہیں جو ہمیشہ آمادۂ قتل و خوں ریزی اور آمادہ دہشت و بربریت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کبھی بھی اسلام کو ایک نظام حیات کے طور پر نہیں دیکھتے۔ اس لیے ہمارے لیے سب سے زیادہ جو ضروری امر ہے وہ یہ کہ ہم انھیں اسلام کا ہر نا دیے تعارف کرائیں اور انھیں یہ بتائیں کہ اسلام ایک مکمل، ہمہ گیر نظام حیات ہے اور ان کے سامنے عملی زندگی میں اچھا نمونہ پیش کریں۔ اور ہم تمام مسلمان اپنے خاندانوں کی عمارتیں اسلامی اصولوں کی بنیادوں پر استوار کریں۔

(مجلہ المسلمون)

بقیہ سوال و جواب

ج: — لاٹری کھیلنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جوا ہے اور اس کی حرمت بصراحت قرآن مجید میں موجود ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

"انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔"

(سورہ مائدہ آیت ۹۰)

شراب، جوا، تھان اور پانسے کے تیر بالکل نجس شیطانی کاموں میں سے ہیں تو ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

س: — جن کپڑوں میں تصویریں بنی ہوئی ہوتی ہیں ان کو پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ج: — ایسے کپڑے پہننا جن میں تصویریں بنی ہوتی ہیں مکروہ اور شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھانا بھی مکروہ اور شرعاً ممنوع ہے۔

مولانا محمد مسعود شمیم رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد ولی رحمانی سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ مونگیر

محترم مولانا ولی رحمانی صاحب نے مولانا محمد مسعود شمیم صاحب کے حادثۂ وفات کے معاً بعد اپنے یہ تاثرات قلم بند کر کے ادارہ تعمیر حیات کو بھیجا تھا لیکن وہ ڈاک میں ضائع ہو گیا۔ ایک ملاقات میں ذکر آیا تو دوبارہ بھیجا جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ (ادارہ)

مارچ ۱۹۸۳ء کی پہلی شام تھی، مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام اصلاح معاشرہ کانفرنس ہو رہی تھی، ہم لوگ پٹنہ کے گاندھی میدان میں جمع تھے، اپنی عادت کے مطابق میں اسٹیج پر ذرا پیچھے بیٹھا تھا، محترم مولانا عبداللہ عباس ندوی مجھ سے آگے تھے، ان کی نگاہ پڑی، تو بڑے درد کے ساتھ انھوں نے بتایا کہ آج صبح مکہ مکرمہ فون سے بات ہوئی، تقریباً سات بجے مولانا شمیم صاحب کا انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون اب کانفرنس اور اس کی کارروائیوں میں کیا طبیعت جمتی، مولانا مرحوم کا سراپا، ان کی باتیں بہت سی یادیں، ایک ایک کر کے حافظہ کے پردہ پر ابھر رہی تھیں، اور دل کچک رہا تھا۔

علم دین سے جنھیں آشنائی ہے اور ہند و پاک کی دینی تعلیم گاہوں میں جن لوگوں نے بوریہ نشینی کی سعادت حاصل کی ہے انھیں حضرت ولی اللہی کی ایک شاخ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے واقفیت ضرور رہتی ہے، اپنے سلسلہ کی اس کڑی سے واقف تھا، ۱۹۷۸ء کی بات ہے میں عمرہ پر گیا تھا عمروں سے فراغت اور چند دنوں حرم شریف میں وقت لگا کر ایک دن بعد عشاء مدرسہ صولتیہ پہونچا، مولانا محمد مسعود شمیم صاحب سے نگاہیں چار ہو گئیں، بڑے بے تکلف انداز میں انھوں نے فرمایا بھئی! مونگیر کی خوشبو آ رہی ہے، آپ سے حضرت امیر شریعت کا کیا رشتہ ہے کیا نام ہے کب آنا ہوا، ایک سانس میں کئی سوالات انھوں نے پوچھ ڈالے، میں نے جواب دیا تو بڑی محبت سے گلے ملے، اور کہنے لگے آپ تو مخدوم بن مخدوم ہیں، آپ کے والد ماجد ہمارے بزرگ ہیں، سرپرست ہیں، صورۃً آپ کو ان سے بڑی مشابہت ہے، میں نے قیافہ سے آپ کو پہچان لیا، آپ کے

دادا جان بھی یہاں تشریف لایا کرتے تھے، وہ سامنے نچلے کمرہ میں انھوں نے قیام فرمایا تھا، پھر انھوں نے ماضی کے بہت سے واقعات سنائے، پہلی ملاقات میں ہی تعلقات کی بہت سی منزلیں طے ہو گئیں۔

سترہ سال پرانی ملاقات کی تمام باتیں کہاں یاد رہتی ہیں، مگر مولانا مرحوم کے پیرایۂ بیان اور مخلصانہ رویہ نے پہلی ملاقات کی بہت سی باتوں کو حافظہ میں جما دیا، اس وقت مولانا کی بھرپور جوانی تھی، سرخ سفید بے داغ نورانی چہرہ، اس پر خوبصورت گول شرعی حدود کے ساتھ سیاہ داڑھی لیے صحت مند سفید چہرہ کے گرد سیاہ ہالہ، جسم متناسب، لباس وہی کرتا پائجامہ مگر بہت صاف، لگتا تھا جیسے دل کے نور کا ظہور لباس پر ہو رہا ہے، زبان صاف، اردو رواں دواں، ع، ق کے اہتمام کے ساتھ الفاظ نکلتے، آواز بلند اور دل میں جگہ بنانے والی، اخبار اور اشعار دونوں سے اچھا واسطہ، بات کرتے جاتے تو جملوں کی چاشنی ملتی، اور خبروں کی فراوانی بھی۔ کسی ملاقات میں ان سے دریافت کیا کہ ہند و پاک کی اتنی چھوٹی بڑی خبریں آپ کو کہاں سے ملتی ہیں، فرمانے لگے، مولانا آپ نے تو پڑھا ہی ہے "اسباب العلم متعددۃ" ریڈیو ہے، اخبار ہے، خطوط ہیں، فون ہے، اور پھر پوری دنیا سے لوگ اس شہر مقدس میں آتے ہیں، تو کانوں کان بات مجھ تک پہونچ ہی جاتی ہے۔

اگر حافظہ خطا نہیں کرتا تو پندرہ سال قبل عید کے اگلے دن محترم مولانا عبداللہ عباس ندوی صاحب کے گھر ایک نشست ہوئی، جس میں بطور خاص ماہر القادری صاحب مدعو تھے، اشعار تو دوسروں نے بھی سنائے، مگر محفل کے مرکز خیال و نظر وہی تھے، مجھے اشعار سے مناسبت ضرور ہے، اور اس زمانہ میں ہزاروں اشعار یاد رہے ہوں گے، مگر شعری نشستوں میں شرکت کا مزاج بالکل نہیں رہا ہے اس لیے میں دیر سے پہونچا تا خیر اتنی ہو چکی تھی کہ جناب ماہر صاحب سنا رہے تھے اور حاضرین سر دھن رہے تھے، ان کی آواز، ان کا انداز، اور پھر سرزمین حرم میں۔ سوز و درد کی حدت و شدت کو قلم کی گرفت میں کہاں لایا جا سکتا ہے، مولانا شمیم صاحب بھی تشریف فرما تھے، میں نے دیکھا داد وہ بے ساختہ دے رہے تھے مگر آنکھیں نم تھیں، اور گوشۂ چشم پر موتی کی چمک تھی، اس دن کئی قافلے مدینہ طیبہ جا رہے تھے، یہ گنہگار بھی عازم دیار رسول ؐ تھا، اس پس منظر کو ذہن میں رکھیے اور پھر اس مجلس میں ماہر صاحب کا یہ شعر

پاک دل، پاک نفس، پاک نظر کیا کہنا
بعد مکہ کے مدینہ کا سفر کیا کہنا

نہیں کہہ سکتا کہ پاک کی تکرار نے کتنی ناپاکیوں نادانیوں، غلطیوں، گناہوں، کا احساس تازہ کر دیا، اور آنکھوں کے قطرے دامن میں جذب ہوتے گئے، ماہر صاحبؒ نے دو مصرع ہی ابھی تک کہے تھے، پھر بھی ان دو مصرعوں نے دل کی عجیب کیفیت کر دی اور سارا وجود جیسے تسلیم و رضا کا پیکر بن کر پکار اٹھا ہو ؎

دیوانا بنانا ہے تو دیوانہ بنا دے

جب بھی دیار حرم کی حاضری حصہ میں آئی، وقت کی گنجائش کے ساتھ مدرسہ صولتیہ کے دو چار پھیرے ضرور لگتے اور مولانا مرحوم سے ملاقات کا موقع ملتا رہتا، یہ ملاقاتیں خشک کبھی نہ ہوتیں، گرم و سرد مشروب یا کھانے کی آمیزش اس میں رہا کرتی تھی، ان کے تعلقات بہت وسیع تھے، افریقہ سے لے کر ملیشیا، اور تھائی لینڈ تک ان کا دائرہ پھیلا ہوا تھا، کثرت سے لوگ ان سے ملنے آتے، وہ سبھوں کی پذیرائی کرتے اور وقت کے مطابق ضیافت کرتے کہنے کو آسان سہی، اس روایت کو نبھانا کوئی آسان کام نہ تھا، اور جب تک ضیافت کے آداب و رموز سے فطری مناسبت نہ ہو آدمی اس خندہ پیشانی اور حوصلوں کے ساتھ حق ضیافت ادا نہیں کر سکتا، ہم جیسوں کے لیے مولانا مرحوم کے خصوصی احکام تھے خلا جہاں سہولت ہو ٹھہریے، مگر تین نشستوں کا تعلق ہے، اسے یاد رکھیے، ہر سفر میں ایک بار ضرور آ جایا کیجیے، اور تیسرے کھانے کے وقت آیا کیجیے، آپ کو دائمی

دعوت ہے، تکلف برطرف کر کے جو حاضر ہو اس میں شرکت کیجیے، میری طرف سے کوئی پابندی نہیں، مگر آپ روایتوں کی پابندی کیجیے۔ مولانا کی یہ بے ساختگی، یہ وصل، یہ خلوص، یہ انداز، کوئی بھلانا بھی چاہے تو کیسے بھلا سکتا ہے!

مولانا مرحوم کی ذات مرجع تھی، اور مدرسہ صولتیہ مرکز۔ مختلف ممالک کے علماء و صلحاء، دین سے تعلق رکھنے والے، اور دینی کاموں سے دلچسپی لینے والے، اس مرکز میں مل جاتے، تعارف اور ملاقات کا موقع مل جاتا، ان ملاقاتوں سے جہاں اور کام کی باتیں اور دینی تحریکات کے نشیب و فراز کا علم ہوتا۔ ایک اہم بات یہ بھی تھی کہ نئی پرانی کتابوں کے ملنے کا سراغ لگ جاتا، کون سی کتاب طبع ہو گئی، کون سی زیر طبع ہے، کس نسخہ کی تصویر کس نے چھاپ دی یہ معلومات بھی وہاں سے خاص مل جاتیں۔

مدرسہ صولتیہ مجدد عصر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے اسلاف نے اس کے لیے جو طرح ڈالی اخلاف نے اسے قائم رکھا، وہی بوریہ نشینی وہی شان بے نیازی۔ خدمت اور صرف خدمت کو شعار اور مایۂ افتخار سمجھا، اس ادارہ کی یہ نسبت ہی کیا کم ہے کہ اسے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں برسوں دینی و علمی خدمات انجام دہی کا شرف حاصل ہوا، حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس ادارہ کے پہلے ناظم ہوئے ۱۹۳۹ء میں ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ گرامی مرتبت حضرت مولانا محمد سلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ذمہ داری قبول فرمائی، دوسری جنگ عظیم کے ہولناک حادثات کے درمیان یہ ادارہ دینی خدمات میں سرگرم رہا، اور یہ انھیں کا دل گردہ تھا کہ پریشانیوں کے اس دور میں بھی مدرسہ صولتیہ طلبہ علوم نبویہ کا مرکز اور حجاج کا مسکن بنا رہا، ۳۸ سال کی خدمت کے بعد ۱۹۷۷ء میں جب آپ واصل بحق ہوئے تو اس نازک منصب کو ہمارے اور ہم جیسے ہزاروں کے محترم حضرت مولانا محمد سلیم صاحب کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد شمیم صاحبؒ نے رونق بخشی اور پندرہ برسوں تک بزرگوں کے نقش قدم پر ادارہ کو چلاتے رہے، ان کے جو تعلقات اور اثرات تھے، اگر تھوڑی سی کوشش کرتے

(باقی ص ۱۳ پر)

تین طلاقوں کے بارے میں عام بحث افسوسناک

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا بیان

اسٹاف رپورٹر قومی آواز (حسین امین)

لکھنؤ ۱۶ر اگست آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے طلاق کے مسئلے پر چھیڑی جانے والی بحث پر اظہار افسوس کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ایک مجلس کی تین طلاقوں کے بارے میں علمائے اہل حدیث اور ائمہ اربعہ کے مسلک و تحقیق کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کے بارے میں غور و فکر اور علمی تحقیق کی کوئی دعوت دینا تھی تو اس کا محل و مقام ایسی علمی و فقہی مجلسیں علمی مذاکرے اور وہ مواقع تھے جن میں اس موضوع پر گہری اور تحقیقی نظر رکھنے والے علماء شریک ہوں اور مرکزی اور بلند پایہ دارالعلوم اور مدارس عربیہ کے دارالافتاء اور اس کے ماہرین تھے۔

مولانا علی میاں نے طلاق کے مسئلہ پر چھیڑی جانے والی بحث کے بارے میں یہ بات ایک بیان میں کہی ہے جو انھوں نے رائے بریلی سے جاری کیا ہے۔

مولانا علی میاں نے مسئلے کو جس انداز سے اخبارات کے صفحات پر لایا گیا اور چوراہوں پر اٹھایا گیا اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس کا شرمناک نتیجہ یہ ہوا کہ بعض ہندی اور انگریزی اخباروں کو تمسخر کا ایک موضوع اور مسلمانوں کے دینی نظام اور اسلامی شریعت و قانون کی تذلیل کا ایک حربہ مل گیا سطحی معلومات رکھنے والے اصحاب کی قلم برداشتہ تحریریں چھپنے لگیں۔

مولانا کے تحریری بیان کا متن حسب ذیل ہے۔

بیان :-

باخبر حضرات جانتے ہیں اور اب یہ بات کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ نے ایسے حالات میں کہ جب ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت اس کے رہنما اور قائدین اور اس کا ہندی اور انگریزی پریس مسلمانوں کی اپنے عائلی قانون کے تحفظ کے لیے جد و جہد یونی فارم سول کوڈ کی مخالفت اور سپریم کورٹ کے فیصلے کو تبدیل کرانے کی کوشش کو اس نظر و احساس کے ساتھ دیکھ رہے تھے کہ جیسے ہندوستان پر کسی بیرونی طاقت نے حملہ کیا ہے یا ملک پر بجلی گرنے والی ہے یا زلزلہ آنے والا ہے، اپنے مطالبہ اور اپنی جد و جہد میں ایسی کامیابی حاصل کی جس کی مثال عرصہ دراز سے کسی ملی یا دینی تحریک و جد و جہد یا عمومی مطالبہ کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی اور بالآخر ۵ر مئی ۱۹۸۶ء کو پارلیمنٹ نے کھلی ہوئی اکثریت کے ساتھ یہ بل منظور کیا، اور سپریم کورٹ کے فیصلہ کو بدل دیا اور بظاہر ایک ان ہونی بات ہو کر رہی اور یہ نتیجہ تھا اس مسئلہ میں مسلمانوں کے اتحاد اور اس کی عمومی و مکمل تائید کا ملک گیر دوروں اور جلسوں کا اور ہزاروں تاروں کا جو اس مقصد کے لیے دیئے گئے اور اس سے بڑھ کر اس حکمت عملی تعمیری ذہن اور اثباتی طرز عمل کا، جو اس مقصد کے حصول کے لیے اختیار کیا گیا تھا اس کی کامیابی کا جو اس بل کے کثرت رائے سے منظور ہونے کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ یہ پہلو بھی خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ مسلمانوں کے اس طرز عمل، تحریک کے طریقۂ کار اور اپنے مطالبہ کو علمی و مثبت انداز میں پیش کرنے کا یہ نتیجہ بھی نکلا کہ اسلامی قانون کے منصفانہ عاقلانہ و عالمانہ اور دوسرے قوانین کے مقابلے میں جامع و کامل ہونے کا اعتراف اور تاثر بہت سے غیر اسلامی حلقوں اور قانونی و آئینی ماہروں کے دائرہ میں پیدا ہوا۔ یہاں پر صرف اس وقت کے وزیر اعظم راجیو گاندھی کے ایک بیان کے نقل کر دینے پر اکتفا کی جاتی ہے جو انھوں نے مدراس کے پندرہ روزہ تامل اخبار "تغلق" کے ایڈیٹر چوراناسوامی کو جنوری ۱۹۸۶ء میں دیا انھوں نے کہا:۔

" اسلامی قانون ہمارے قانون سے بڑھ کر عورتوں کے حقوق و مفادات کا ضامن ہے۔ انھوں نے کہا کہ مسلم ماہرین قانون دانشوروں، علماء اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے تبادلۂ خیال کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ مسلم پرسنل لا کے حدود میں رہتے ہوئے عورتوں کے حقوق کی کافی ضمانت دی جا سکتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کا احساس ہے کہ عدالتیں مسلم پرسنل لا کی غلط تعبیر و تشریح کر رہی ہیں۔

اب اس کا مقابلہ دل پر ہاتھ رکھ کر اور ندامت سے کچھ گردن جھکا کر اس سے کیجیے کہ جب مسلم پرسنل لا بورڈ اپنا اصلاحی اور تعمیری کام کر رہا تھا، اصلاح معاشرہ کی تحریک ملک میں چلائی جا رہی تھی، جس کی جہیز کے مطالبہ، اسراف و فضول خرچی اور نمود و نمائش کی موجودگی میں (جو اپنی آخری حد سے بڑھ گئی ہے) سخت ضرورت تھی اور عائلی قانون، نکاح و طلاق کے بارے میں صرف غیر مسلموں ہی میں بے وقعتی نہیں بلکہ مسلمانوں میں بھی بے اعتمادی پیدا کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی اور اس کو اخبارات اور چوراہے پر آنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ اگر ایک مجلس کی تین طلاقوں کے بارے میں علمائے اہل حدیث۔ اور ائمہ اربعہ کے مسلک و تحقیق کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کے بارے میں غور و فکر اور علمی تحقیق کی کوئی دعوت دینی تھی تو اس کا محل و مقام وہ علمی و فقہی مجالس (سیمینار) علمی مذاکرہ کے وہ مواقع ہیں جن میں اس موضوع پر گہری و تحقیقی نظر رکھنے والے علماء شریک ہوں اور مرکزی اور بلند پایہ دارالعلوم اور مدارس عربیہ کے دارالافتاء اور اس کے ماہرین تھے۔

لیکن بڑے افسوس و معذرت کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ بعض مکاتب خیال اور جماعتوں کی طرف سے یہ مسئلہ اخبارات کے صفحات پر آ گیا اور چوراہوں پر اٹھایا گیا۔ اور اخبار میں سطحی معلومات رکھنے والے اور قلم سے کام لینے والے اصحاب، یہاں تک کہ خواتین کے مراسلے اور قلم برداشتہ تحریریں چھپنے لگیں۔ جس سے کم از کم عوام کے دل میں شریعت اسلامی اور اس کے مثالی و معیاری دور اور اس کے ماہرین اور نمائندوں کی طرف سے شکوک و شبہات پیدا ہوں اور وہ ایک "بیت بازی" اور اظہار ذہانت و خطابت کا موضوع بن جائے۔

یہ مہم کہاں سے شروع کی گئی اور کن لوگوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس سوال کے جواب میں فارسی کے ایک شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے ؎

بود کہ یار نہ پرسد گناہ خلق کریم
کہ از سوال ملولیم واز جواب خجل

اس کا ایک افسوسناک بلکہ شرمناک نتیجہ یہ نکلا کہ ہندی اور انگریزی اخباروں کو طنز و تعریض بلکہ تمسخر کا ایک موضوع اور مسلمانوں کے دینی نظام اور اسلامی شریعت و قانون کی توہین و تذلیل کے لیے ایک حربہ مل گیا، جن لوگوں نے ان دنوں میں ہندی و انگریزی اخبارات کے تبصرے، اس سلسلہ کے لطیفے اور چٹکلے اور چٹکیاں اور ان واقعات کا جو نفس طلاق کے ایک ظالمانہ فعل ہونے اور مطلقات کی بے کسی و بے بسی اور مسلمانوں کا بطور تفریح کے اس سے کام لینے کے ثبوت میں لکھے گئے ہیں مطالعہ کیا ہے ان کا سر ندامت سے جھک جاتا ہے اور اسلامی شریعت کی اس توہین و تذلیل کو پڑھ کر ان کا خون کھولنے لگتا ہے اور ان کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے اور ان کے اندر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اس کا موقع اس عجلت اور جذباتیت اور کوتاہ اندیشی نے دیا جو ہمارے بعض علمی حلقوں اور فقہی مکاتب خیال کی طرف سے ظاہر ہوئی۔

٭

بقیہ: مطالعہ کی میز پر

مشائخ پھلواری کی نعتیں بھی خاصے کی چیزیں ہیں۔ ان کے بیان کو مصنف کی پھلواری سے نسبت رکھنے نے دو آتشہ کر دیا ہے۔

یہ تبصرہ ضرورت سے زیادہ لمبا ہو گیا۔ پھر بھی میں یہ کہوں گا ؎

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

میرا مشورہ ہے کہ ہر شخص کی لائبریری یا مطالعہ کی میز پر اس کتاب کو ہونا چاہیے۔

ماہر طبیب

علیگ ڈاگ ریسرچ یونٹ (رجسٹرڈ) ایک اعلیٰ معیاری ادویات کا تحقیقی مرکز ہے علاج کے سلسلے میں مرکز سے رجوع کریں، علاج کے مشورے کے سلسلہ میں بورڈ کو پانچ روپیہ کا ڈاک ٹکٹ بھیج کر مشورہ طلب کریں۔

پتہ: علیگ یونانی طبی بورڈ۔ پوسٹ بکس 238 لکھنؤ

مطالعہ کی میز پر

پروفیسر وصی احمد صدیقی

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب - نگارشات
مصنف - مولانا عبداللہ عباس ندوی
صفحات - ۳۲۰
قیمت - ۵۰ روپئے
ناشر - مجلس علمی نئی دہلی

مولانا عبداللہ عباس ندوی کی کتاب نگارشات ان مضامین کا مجموعہ ہے جو مصنف نے مختلف اوقات میں مختلف احساسات کے ساتھ تحریر کیے ہیں اور یقیناً معنی اور بیان کے لحاظ سے منفرد ہیں۔ کسی کتاب پر تبصرہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ "جیش نیز نگو" کا پہلو نگاہ سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے ورنہ کتاب المناقب رقم ہو جاتی ہے جس سے نہ مصنف کے ساتھ انصاف ہوتا ہے نہ تصنیف کے ساتھ اور نہ قاری کے ساتھ۔ یہ کتاب اس لیے عام کتابوں سے مختلف ہے کہیں کسی عیب یا جھول سے پڑھنے والے کا معاملہ نہیں پڑتا۔ قوس قزح کے رنگ ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ برسات کے موسم میں بادلوں کے پاس سے رنگ و نور کی بھی بارش ہو رہی ہے۔

لفظ رنگ کا استعمال ایسے مضامین کے لیے جو بے حد علمی ہوں شاید کسی خوش ذوق کے ابرو پر شکن پیدا کرے مگر میں اقبال کا حوالہ دوں گا جنھوں نے کہا ہے
"غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم"
اگر بے محل نہ ہو تو اس رنگ کا بھی ذکر کر دوں جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی درگاہ پر کبھی کبھی موسیقار گاتے ہیں اور ریڈیو پر سن کر آدمی "با جبہ و دستار می رقصم" کی تفسیر بن جاتا ہے۔ البتہ اس کتاب کے مضامین کا صحیح لطف اٹھانے کے لیے قرآن و حدیث اور عربی زبان و ادب کا واقف کار ہونے کے ساتھ ساتھ فارسی اور اردو کی کلاسیکل شاعری کا بھی رمز شناس ہونا چاہیے اور ایک گداز دل بھی پہلو میں ہونا چاہیے کیونکہ ان لوگوں کا ذکر بھی ہے جنھوں نے بہت دور بستیاں بسائی ہیں اور جن کی یادیں ادیب کے آنسو بن گئے ہیں۔

مصنف کتاب مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس اٹھے فرق زہاد سے لیکن کامل نکلے۔ ان کا علم وہبی اور اکتسابی دونوں ہے۔ ندوہ نے جن عالی شان مصنفین کو پیدا کیا ان کے ساتھ خاص بات یہ رہی کہ ان کی ایک ہتھیلی پر ہمیشہ جام شریعت رہا اور دوسرے پر سندان عشق خواہ وہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہوں خواہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ ہوں خواہ مولانا عبداللہ عباس۔

حضرت مولانا نے جہاں تاریخ دعوت و عزیمت کی عالمانہ سیریز لکھ ڈالیں وہاں کاروان مدینہ بھی لکھا جس کو اس عاجز نے اتنی مرتبہ پڑھا ہے کہ تقریباً ازبر ہو گئی ہے۔ بعد مرگ اگر بارگاہ رسالت مآب میں باریاب ہوا تو کتاب کو بطور ہدیہ پیش کروں گا۔ مولانا عبداللہ عباس نے جہاں ایک طرف کلام پاک کے الفاظ کی انگریزی میں گلاسری لکھی اور ایسی ہی دوسری عالمانہ کتابیں تحریر کیں وہیں عربی میں نعتیہ کلام پر بھی کتاب لکھی اور قصیدہ بانت سعاد کا ترجمہ کیا۔ ایسا ترجمہ جس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ حضرت کعب بن زہیر ردائے رحمت کے سایہ میں مترجم کو بھی لے لیں گے۔

تبصرہ نگارشات پر لکھنا تھا میں کچھ بھٹک سا گیا مگر کیا کریں نام لیلی کی مشق کرنے والے کی زیارت کے لیے آدمی صحرا نورد ہو جاتا ہے۔

یہ کتاب علمی اور تحقیقاتی مقالات اسلامی ادب، دینی شعور کی بیداری، افکار و احساسات پر مشتمل ہے اور خاتمہ وفیات پر ہے۔ ایسے لوگوں کی زندگی اور وفات کا بیان جن میں کچھ سے ہم واقف ہیں۔ کچھ سے نہیں لیکن بیان کے خلوص نے سب کو اپنا بنا دیا ہے۔

کتاب کی ابتدا واقعہ اسریٰ سے ہوتی ہے۔ وہ عالمانہ نکات اور مباحث جو اس سے متعلق رہے ہیں ان کا سیر حاصل ذکر ہے۔ فاضل مقالہ نگار کا انداز بھی بیانیہ ہے۔ کبھی اس واقعہ کے بیان میں ایک پوربی گانا سنا تھا جس کا وہ حصہ بہت دل کو چھونے والا تھا جس میں حضور کے استقبال کی تیاری فرشتے کر رہے ہیں۔ تھوڑا سا یاد ہے ؎

"کوئی عرش پر فرش بچھانے لگا"

تکریم کا یہ دنیاوی انداز بڑے سلیقے سے تھا۔ بڑا خوبصورت اور جذباتی۔ مولانا عبداللہ عباس کے سطروں کے بیچ میں یہ جذبہ بڑی شدت سے نظر آتا ہے۔ کیوں نہ ہو عاشق رسول کی تحریر اس سے عاری کیسے ہو سکتی ہے۔ بے محل نہ ہو اگر میں ایک ملاقات کا ذکر کر دوں۔ اقبال پر بات ہو رہی تھی۔ میں نے ایک شعر پڑھا ؎

مکن رسوا بہ پیش خواجہ مارا
حساب من ز چشم او نہاں گیر

مولانا کے چہرے کی کیفیات بدل گئیں گریہ گلوگیر ہوا۔ بڑی مشکل سے آنسوؤں کو روکا۔ ایسے ہی ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا علی میاں مدظلہ سے دریافت کیا تھا "کہے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او" کا پہلا مصرعہ کیا ہے۔ حضرت مولانا نے بتایا "محمد عربی کا بروئے ہر دو سرا است" پھر اس شعر کو بڑی دیر تک دہراتے رہے جذباتی سے ہو گئے۔ فرمایا کہ والد مرحوم کو یہ شعر بہت پسند تھا اور اکثر اس کو پڑھتے تھے۔ پھر نعت کے کئی اشعار پڑھے مشہور شعر

صبا یہ جا کر کہیو میرے سلام کے بعد
تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

کے متعلق بتایا کہ کسی نے شاعر کو مرض الموت میں یہ شعر سنایا۔ انھیں حیرت ہوئی اور اور لفظ بعد کو ساتھ سے بدلنے کی ہدایت دی۔ واقعی کیسا فرق آ گیا۔ اس واقعہ کے بیان سے میرا مطلب یہ ہے کہ ندوے نے بقول ایک عالم کے صرف ایسے فضلا نہیں پیدا کیے جن کا کام بسلسلہ متن کی شرح، شرح کے حاشیے۔ حاشیے کے تعلیقات مظہر کمال ہیں۔

یقیناً یہ کام بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتا ہے مگر اس سے استفادہ صرف منتہی طالب علم اور ریسرچ کرنے والے کر سکتے ہیں۔ اس کا تعلق مدرسے ہے۔

مولانا کے دوسرے مضامین جیسے مولانا آزاد کی تفسیر کا موضوعی مطالعہ، تفسیر ماجدی کی انفرادیت ایسے ہی بے مثال علمی مضامین ہیں۔ ان کا تعلق عالموں کے پڑھنے سے ہے اور یقیناً یہ ان کے علم میں مزید اضافہ کا باعث ہوگا۔

ایک عرب قبیلہ کی عرضداشت بھی بہت دلچسپ مضمون ہے۔ زکاۃ میں کمزور اور از کار رفتہ جانوروں کے قبول کرنے کے لیے اس قبیلہ نے جن لطائف الحیل سے کام لیا تھا حضور اسے پوری طرح سمجھتے ہوئے بھی قبیلہ کے لیے دعاگو ہوئے اور حضور کی دعا کی برکت سے وہ قبیلہ بے حد خوش حال ہو گیا۔ قبیلہ کی فریاد کا انداز بیان بے حد دلچسپ تھا اور اتنا ہی مولانا کا تبصرہ بھی۔ مدیح خیر المرسلین (محسن کاکوروی) کا ایک مطالعہ قصیدہ ہی کی طرح دل کو چھونے والا ہے۔ قصیدہ کی سنگلاخ زمین میں کافی نامانوس الفاظ کا استعمال ہوا ہے لیکن نہ موسیقی میں کمی ہوئی ہے نہ جذبہ کی شدت میں۔ مولانا نے قصیدہ کے حسن کے وہ پہلو اجاگر کیے ہیں جن پر لوگوں کی نظر نہ تھی۔ تشبیب خالص ہندوستانی ہے جیسے دجلہ اور فرات کی جگہ پر کوئی گنگا اور جمنا کا ذکر لائے۔ یہ تشبیب بانت سعاد کی تشبیب کی یاد دلاتی ہے جس میں سعاد کے چلے جانے پر شاعر اپنے غم اور بے بسی کا اظہار کرتا ہے جس کا نعت رسول سے تعلق نظر نہیں آتا۔ مقالہ نگار نے شاعر کی تمنا کا ذکر کیا ہے کہ

صف محشر میں ترے ساتھ ہو ترا مداح
ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل
کہیں جبریل اشارہ سے کہ ہاں بسم اللہ
سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

مصنف نے اس قصیدہ کے ساتھ پورا انصاف کیا ہے۔ دونوں شاعروں نے تشبیب کے بعد گریز کو بڑے سلیقہ سے نبھایا ہے۔

لوگ اردو کی منفرد مثنوی صمصام الاسلام سے ناواقف تھے۔ مولانا نے اس پر توجہ دلائی۔ یہ واقدی کی مشہور کتاب فتوح الشام کا منظوم ترجمہ ہے۔ اردو میں مثنویاں بہت لکھی گئیں۔ میر حسن کی سحر البیان واقعی سحر البیان ہے۔ ایسے ہی گلزار نسیم جس میں شاعر نے ضلع جگت اور رعایت لفظی سے بے حد دلچسپی پیدا کی ہے مگر کوئی مثنوی عشق اور وصل کے بے حجابانہ بیان سے خالی نہیں۔ یہ مثنوی عام مثنویوں سے بالکل مختلف ہے اور اسلامی تاریخ اور جہاد سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ خالص نثر کو نظم کرنا نہیں تھا کیونکہ شاعرانہ حسن سے مملو ہے۔

(باقی ص ۱۱ پر)

یادوں کے دریچے سے

برہمن کی پختہ زناری

عبدالحمید رنگونی (مدینہ منورہ)

کسی دل جلے شاعر نے کہا ہے ؎

یاد ماضی عذاب ہے یا رب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

شاعروں اور جغادری ادیبوں کے لیے یاد ماضی عذاب ہو تو ہو لیکن ایک مومن کے لیے نہ یاد ماضی عذاب ہے نہ صورت حال پریشان کن، نہ فکر فردا عذاب مستقل، وہ ہر حال میں راضی برضا رہتا ہے، وہ پورے اذعان کے ساتھ یہ سمجھتا ہے کہ جو ہوا وہ بھی مرضی الٰہی سے ہوا، جو ہے وہ بھی اسی کی مرضی سے اور جو ہوگا وہ بھی اسی کے فیصلے سے، لہٰذا اسی سے لو لگا، اور اپنے کو اسی سے وابستہ رکھ اور ہر غم بھول جا، ہاں! جس مشن کے لیے تیرے خالق نے تجھے پیدا کیا اس کی تکمیل میں کوتاہی نہ کر۔ یقین جانیے اس طرز زندگی سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں، اگر اس طریقہ کو چھوڑا تو نہ یاد ماضی آپ کو جینے دے گی، نہ صورت حال کی کٹھنائی چین کا کوئی پہلو نصیب کرے گی اور مستقبل میں تاریکی کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔

البتہ مومن ماضی پر نظر ضرور ڈالتا ہے، عبرت کی نظر، وہ ماضی کو اپنا سرمایہ سمجھتا ہے، ماضی کے واقعات سے سبق سیکھتا ہے اور اپنے حال و مستقبل کی تعمیر میں اس سے مدد لیتا ہے۔ اس طول طویل تمہید کے بعد آپ کو وہ واقعہ سنانا چاہتا ہوں جس میں برہمن کی پختہ زناری کا ذکر ہے، واقعہ بظاہر سیدھا سادہ سا ہے اگر ہم اسے بغیر تمہید کے سنا دیتے تو لطف لینے والے شاید چٹخارے لیتے لیکن جو سخن اس حجاب میں روپوش ہے اس کی پردہ کشائی نہ ہو سکتی.....

واقعہ ۱۹۶۳ء کا ہے، مہینہ شاید اکتوبر یا نومبر کا، مقام رائے بریلی تکیہ کلاں، مہمان خانہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم، اب تو ابوالحسن مارگ آپ کو براہ راست تکیہ تک پہونچا دے گا، اس وقت کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر سے گزرنا پڑتا تھا۔ آج لوگ یہاں حضرت مولانا دامت برکاتہم کے فیوض و برکات سے متمتع ہونے کے ساتھ ساتھ جدید وسائل حیات بجلی و ٹیلی فون وغیرہ سے بھی منتفع ہو لیتے ہیں، اس زمانہ میں روشنی کے لیے لالٹین کا استعمال ہوتا تھا، بلکہ گرمی کے دنوں میں بعض اوقات رات کا دسترخوان کھلی فضا میں بچھتا تھا اور ہم لوگ چاندنی میں بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے.... تکیہ کی روح پرور پرسکون فضا، چھٹکی ہوئی چاندنی، اور حضرت مولانا دامت برکاتہم کی معیت، ان کی ذات گرامی سے پھوٹنے والی افکار و معارف کی روشنیاں، ہائے! وہ حسین لمحات جو حاصل زندگی تھے اب کہاں میسر! یہ عاجز ان دنوں رنگون سے ایک سال کے لیے ندوہ میں طالب زائر کی حیثیت سے حاضر ہوا تھا اور میرا زیادہ تر وقت تکیہ میں حضرت مولانا دامت برکاتہم کی خدمت میں گزرتا تھا حتیٰ کہ ایک بار حضرت مولانا محمد رابع مدظلہ نے بطور تفنن فرمایا تھا: "مولوی صاحب! ہماری پیدائش تکیہ کی ہے لیکن تکیہ میں آپ ہم سے زیادہ رہتے ہیں۔" بات ان دنوں کی ہے۔

صبح کا وقت تھا، مہمان خانہ میں ناشتہ کا دسترخوان لگ چکا تھا اتنے میں حضرت مولانا دامت برکاتہم کے خادم خاص بھائی عبدالرزاق صاحب کے برادر بزرگ جو کسی اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے تشریف لائے، ان کے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے، ماسٹر صاحب تو دسترخوان پر بیٹھ گئے لیکن وہ صاحب باہر چبوترے پر بیٹھ گئے، حضرت نے دریافت فرمایا تو ماسٹر صاحب نے بتایا کہ وہ پنڈت جی ہیں اور ان کے اسکول میں ماسٹر ہیں، حضرت مولانا دامت برکاتہم نے فرمایا۔ بھائی! ان کے معیار کی چیزیں بھی اس دسترخوان میں ہیں آپ یہ چیزیں ان کو پیش کر دیں کہ وہ چبوترے پر ہی کھا لیں، ماسٹر صاحب نے فرمایا "حضرت! بات یہ ہے کہ آج صبح سویرے ان کا جنیو (زنار) ٹوٹ گیا ہے اس لیے جب تک وہ اپنے مذہبی رسوم کے مطابق نیا جنیو باندھ نہیں لیں گے کسی قسم کے کھانے کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔" حضرت مولانا دامت برکاتہم نے اس عاجز کی طرف دیکھتے ہوئے نہایت دل سوزی سے برجستہ اقبال کا یہ شعر پڑھا ؎

دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ
بتکدہ میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ شاید اقبال نے اسی موقع کے لیے یہ شعر کہا تھا اور آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کی کم نظری، بے حسی، دین سے فرار، دین کے استہزا کے سارے مناظر یک لمحۃ البصر فلم کی طرح پھر گئے اور آج ۳۰ سال کے طویل عرصہ کے بعد بھی یہ واقعہ میرے ذہن و دماغ پر اسی طرح مرتسم ہے جیسے یہ کل کی بات ہے۔

یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے، ایسے سیکڑوں واقعات ہماری نظروں کے سامنے ہوتے رہتے ہیں لیکن ان پر اس طرح عبرت کی نظر ڈالنے کی ہماری عادت جاتی رہی اسی لیے آج ہماری یہ زبوں حالی کا یہ عالم ہے کہ قبلۂ اول ہم سے چھن گیا، بابری مسجد کے المیے نے اسلامیان ہند کا خون ارزاں کیا، ادھر قلب یورپ میں کانٹے کی طرح کھٹکنے والے بوسنیا اور ہرسک کے مسلمان بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہو رہے ہیں اور ہم صرف اقوام متحدہ کو انصاف کی دہائی دیکر بیٹھ جاتے ہیں۔

ان سطور کا راقم اپنی اس تحریر کا سب سے پہلا مخاطب ہے، وہ اپنی ذات کو بھی جھنجھوڑ رہا ہے اور اپنے بھائیوں سے بھی عرض ہے کہ غور فرمائیے ایک باطل کا پجاری اپنے ہدف اور مشن کا کتنا وفادار ہے اور ایک ہم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خیر امت کے لقب سے سرفراز فرمایا، حق کی نعمت عطا فرمائی مگر ہمیں نہ منزل کا ادراک ہے، نہ راستے کی دشوار گزاریوں کی فکر، نہ اپنی خود فراموشی و خدا فراموشی کے زیاں کا احساس۔ اب حال یہ ہے کہ ؎

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

(بقیہ) جمعیت مئو کی نورانی شام

نیز فرمایا کہ جس طرح پیٹ کی غذا کھانا ہے اور دماغ کی غذا علم اسی طرح دل کی غذا ذکر ہے۔ چنانچہ پیٹ کو اگر غذا نہ ملے تو آدمی زندہ نہیں رہ سکتا، اور دماغ کو غذا نہ ملے تو دماغ مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح اگر دل کو اس کی غذا نہ ملے تو دل مردہ ہو جاتا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم مولانا مرغوب الرحمان صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے فرمودات عالیہ سے مستفید نہ ہو سکے۔ اخیر میں صدر محترم نے اپنی مفید باتوں سے مستفید فرمایا اور دعا ماثورہ پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اختتام جلسہ کے بعد حضرات اراکین کو عصرانہ پیش کیا گیا جس سے فارغ ہوتے ہوتے گاؤں میں واقع مدرسہ کی پرسکون فضا میں اذان مغرب کی صدا گونجنے لگی۔ نماز سے فارغ ہو کر ہمارے یہ مہمان دارالعلوم ندوۃ العلماء کیلئے روانہ ہو گئے۔

آنے والی ہستیوں میں چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد سالم صاحب مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب شیخ الحدیث مالیگاؤں، حضرت مولانا ابو محفوظ معصومی صاحب کلکتہ، جناب مولانا ریاض الدین صاحب جامعہ اورنگ آباد، جناب مولانا نیر ربانی صاحب، جناب مقصود علی صاحب مدیر سالار بنگلور، جناب ڈاکٹر احمد عبدالحی صاحب پٹنہ، جناب مولانا قاری محمد قاسم صاحب مدراس، جناب محمد بھائی صاحب بمبئی اور ان کے رفیق سفر اسمعیل بھائی منصوری۔

۔۔ر اگست ۹۳ء

(بقیہ) محمد مسعود شمیمؒ

اور ارباب اقتدار سے سلسلہ جنبانی کی گئی ہوتی، تو یہ مدرسہ "یک گونہ بے پناہی" سے نکل کر جاہ و جلال کی عمارتوں میں منتقل ہو چکا ہوتا، اور سہولتیں ان کے لیے اور مدرسہ صولتیہ کے لیے فرش راہ بن جاتیں، مگر ان کی طبیعت ادھر نہیں آئی، جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اسلاف کی طرح کو باقی رکھا جائے، اور بزرگوں کی روایتوں کو ٹھیس نہ لگے، وہ جانتے تھے کہ عظمت شاہی کی پناہ ڈھونڈنا مشکل نہیں، مگر جو بے نیاز کا بندہ ہے بے نیاز رہے۔

تین نسلوں نے بڑی دلجمعی، یکسوئی اور بے نیازی کے ساتھ مدرسہ صولتیہ کی خدمت انجام دی، ریال کی چمک دمک سے پہلے سعودیہ کے جو حالات تھے، ان میں کسی ادارہ کا چلانا جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل کام تھا، اور ریال یا دولت سیال کے زمانہ میں مدرسہ کے گرد حصار باندھ کر اس پر پڑنے والی دولت اور ابلنے والی نعمت سے مدرسہ کو "بچانا" اور بھی ٹیڑھا کام ہے، مگر انھوں نے اس مشکل ترین کام کو آسان کر کے دکھایا، آج وہ نہیں ہیں، مگر ان کی نیکیاں یاد آ رہی ہیں، ان کی باتیں لگتا ہے کانوں میں گونج رہی ہیں، ان کا سراپا نگاہوں میں مجسم رہا ہے۔ خدا مولانا مرحوم کے مراتب بلند کرے، ان کے حسنات کو قبول فرمائے، ان کی اولاد کو اس امانت کے سنبھالنے کا حوصلہ اور ہمت دے، اور ان کی صلاحیتوں سے ملت کو فائدہ پہونچائے۔ آمین

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ بینک کی رقم جو سود کی صورت میں ملتی ہے، اگر اسے کسی کو امداد کے طور پر دینا چاہے تو کیا اس سے یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ بینک کا سود ہے اور اگر نہ بتائے تو کیا گناہ گار ہوگا نیز کیا بینک سے ملنے والا سود کوئی شخص سیل ٹیکس، انکم ٹیکس یا بطور رشوت دے سکتا ہے؟

ج:۔ سود کی رقم صرف غربا اور مساکین کو بلانیت ثواب دے سکتے ہیں، یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ سود کی رقم ہے، سود کی رقم سے جابرانہ ٹیکس ادا کرنے کی گنجائش ہے، البتہ رشوت کے لیے سود کی رقم کا استعمال درست نہیں ہے۔

س:۔ مسجد کی جائداد ہے، مسجد کے اخراجات اسی سے مکمل ہوتے ہیں، اس کے باوجود رقم بچ رہتی ہے تو کیا اس رقم سے دوسری مسجد کو امداد دی جاسکتی ہے یا غربا کے لیے دوا خانہ چلایا جاسکتا ہے نیز کیا اس رقم سے لائبریری اور دینی ادارہ کے قیام و طعام کا نظم درست ہوگا؟

ج:۔ مسجد کی جائداد جو مسجد کی ملک ہے اسے کسی دوسرے مصرف میں استعمال کرنا درست نہیں ہے اس لیے نہ ہی اس رقم سے غربا کے لیے دوا خانہ چلایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کا لائبریری کے قیام اور دینی ادارہ کے مصرف میں استعمال کرنا درست ہے۔

س:۔ نماز میں سورہ فاتحہ کے پہلے تعوذ و تسمیہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

ج:۔ نماز کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے امام اور منفرد یعنی (جو تنہا نماز پڑھ رہا ہے) کو تسمیہ اور تعوذ دونوں پڑھنا چاہیے اور بقیہ رکعتوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے صرف تسمیہ پڑھنا چاہیے تعوذ نہیں، مقتدی چونکہ قراءۃ نہیں کرے گا اس لیے اسے تسمیہ اور تعوذ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

س:۔ کیا اذان کی طرح اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے؟

ج:۔ ہاں! جو شخص اقامت کے کلمات سنے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ بھی اقامت کے کلمات دہرائے اور حی علی الصلاۃ، اور حی علی الفلاح کے وقت لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور قد قامت الصلاۃ کے وقت اقامہا اللہ وادامہا (اللہ اسے قائم رکھے اور ہمیشہ رکھے) کہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہنے لگے اور جب وہ قد قامت الصلاۃ پر پہونچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقامہا اللہ وادامہا اور باقی اقامت کے وقت آپ نے وہی الفاظ کہے جو اذان کے وقت کہے جاتے ہیں۔

(ابوداؤد)

س:۔ نکاح منعقد ہونے کے لیے ایجاب وقبول شرط ہے اور گونگا شخص اس پر قادر نہیں ہے تو وہ نکاح کیسے کرے۔

ج:۔ گونگے کا نکاح ایسے اشارہ سے ہو جائے گا جس سے ایجاب وقبول سمجھ میں آجائے اور اس کی مراد معلوم ہو جائے۔

س:۔ منبر کے ہوتے ہوئے ایک شخص منبر کے اوپر نہ کھڑا ہو کر اس کے قریب کھڑا ہو اور خطبہ دے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟

ج:۔ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا مسنون ہے حضورؐ اور صحابہ کرام اور سلف صالحین کا یہی معمول رہا ہے۔

س:۔ ایک شخص نے عشاء کی نماز سے پہلے وتر کی نماز پڑھ لی کیا نماز وتر درست ہو جائے گی؟

ج:۔ نہیں! وتر کا وقت تو وہی ہے جو عشاء کی نماز کا وقت ہے لیکن اس کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد ادا کرے اگر پہلے ادا کرے گا تو نماز درست نہیں ہوگی۔

س:۔ لاٹری کھیلنا کیسا ہے؟ (باقی ص ۹ پر)

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● افغانستان کی حکومت کی طرف سے جاری کردہ ایک حکم نامہ کے تحت تمام افغان عورتوں سے کہا گیا ہے کہ وہ شریعت کے مطابق پردے کی پابندی کریں اور لباس میں شلوار قمیص اور سر پر دوپٹہ یا اسکارف کا استعمال کریں۔

● سعودی عرب کے وزیر خزانہ نے اعلان کیا ہے کہ سعودی عرب بوسنیا کے مسلمان مہاجرین کے لیے البانیہ میں امدادی کیمپ قائم کرے گا اس سلسلہ میں سعودی عرب کے انجینئروں کی ٹیم البانیہ میں کیمپ کی جگہ کا معائنہ کر چکی ہے کیمپ پر دس سے پچیس ڈالر ملین لاگت آئے گی جو حکومت برداشت کرے گی۔

● خرطوم کی ایک اسلامی تنظیم کے مطابق براعظم افریقہ میں اسلام کی مقبولیت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور گذشتہ ایک سال کے اندر ہزاروں افراد نے اسلام قبول کیا ہے، تنظیم نے مسجدوں کے علاوہ اسپتال یتیم خانوں اور اسکولوں کے ذریعہ دعوت کا کام کیا ہے جس سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

● پاکستان کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کوششوں سے بخارا میں قادیانیوں کو مسجد بنانے کی اجازت محکمہ امور دینیہ نے منسوخ کر دی ہے۔۔۔ ان کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی ہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت نے لاکھوں کی تعداد میں قرآن مجید عربی رسم الخط میں تاشقند میں طبع کرا کر تقسیم کا کام شروع کر دیا ہے۔

● اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے اقوام متحدہ کی طرف سے بوسنیا میں محفوظ علاقوں کی حفاظت کے لیے پاکستان اور ملیشیا کے فوجیوں کو متعین کرنے سے متعلق بطرس غالی کی تجویز کی منظوری دے دی ہے۔

● برازیل کے شہر ساؤپالو میں چوتھی سالانہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں جنوبی امریکہ کی اسلامی تنظیموں اور دینی مراکز کے علماء، دانشوران شریک ہوں گے اور اسلامی موضوعات پر تبادلۂ خیال کے ساتھ موجودہ عالمی سیاسی صورت حال پر غور کریں گے۔

● لبنان کے علاقہ برجا میں اسلامی اکیڈمی کی بنیاد رکھی گئی ہے جس کی مساحت ۲۸ ہزار مربع میٹر ہے جو ایک مسجد دارالافتاء شرعی عدالت اور شعبۂ اوقاف پر مشتمل ہے اکیڈمی کو اسلامی ڈیولپمنٹ بینک نے ڈیڑھ سو ہزار ڈالر کی خصوصی امداد دی ہے، لبنان میں اسلامک اکیڈمی کا قیام دینی حیثیت سے منفرد ہے۔

● بوسنیا کے مجاہدین نے ایک زبردست لڑائی کے بعد وسط بوسنیا کے شہر فوجنیکا کو کروشیوں سے آزاد کرا لیا ہے اور تقریباً ۶ ہزار کروشیوں کو شہر سے جان لے کر بھاگنا پڑا اور اسی طرح سے موستار کے جنوبی علاقوں پر حملہ کر کے کروشیوں کو بھگا دیا ہے جس میں تقریباً سیکڑوں کروشیائی فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔

● ریاض میں قائم اسلامی ترقیاتی بینک نے وسط ایشیائی مسلم ریاست کے لیے تین لاکھ ڈالر دینے کا اعلان کیا ہے یہ رقم آذربائیجان، ترکمانستان، کرغستان اور تاجکستان میں عربی زبان کی تعلیم و ترویج پر صرف کی جائے گی۔

● جامع قرطبہ اسپین اور تنظیم ایسیکو کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ اسلامی اور یورپی برادری کے تعلقات کو فروغ دیا جائے اس سلسلہ میں اسلام کو قریب سے سمجھنے و سمجھانے کی خاطر شہر قرطبہ میں ایک اسلامی یوروپین یونیورسٹی قائم کی جائے گی اور اخراجات کے لیے اسلامی بینکوں اور تنظیموں سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے، یونیورسٹی کی تاسیس کے موقع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس بھی منعقد ہوگی۔

● الہ آباد سے شائع ہونے والا ہندی ماہنامہ "مایا" نے ہندوستانی خواتین کی صورت حال کا جائزہ لینے والی کمیٹی کا ایک سروے شائع کیا ہے جس کے مطابق ایک سے زائد شادی کا رجحان سب سے زیادہ ہندو مذہب میں پایا جاتا ہے۔ آدی واسیوں میں ۱۵٫۲۵ فیصد، بودھ مذہب میں ۷٫۹۷ فیصد، جین میں ۶٫۷۲ فیصد اور ہندو مذہب میں ۵٫۸۰ فیصد جب کہ سب سے کم مسلمانوں میں ۵٫۳۱ فیصد ہے۔

ندوہ کے شب و روز

محمد مقبول گورکھپوری

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام کا اولین مقصد یہ تھا کہ ملت اسلامیہ پر طاری فکری، عقلی، ذہنی، نفسیاتی جمود و تعطل کو توڑا جائے، اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے نئے ذہن و دماغ ڈھالے جائیں اور یہاں سے علماء و مفکرین، ادباء و دانشوروں اور ارباب فکر و فن کی وہ ٹیم تیار کی جائے جو زمانہ کے تغیر پذیر حالات اور بدلتے ہوئے تیور سے پوری طرح آگاہ ہوں اور ان کے اندر اسلام دشمن طاقتوں سے نبرد آزما ہونے، اور پیش آمدہ خطرات کا قبل از وقت ادراک کر کے ان کی روک تھام کیلئے مؤثر کارروائی کرنے کا حوصلہ اور امنگ پیدا ہو ——— وہ اگر ایک طرف جدید علوم و فنون، عصری اسلوب نگارش، اور زبان و ادب کے رمز شناس ہوں تو دوسری طرف اپنے سینوں میں دینی غیرت و حمیت اور احیاء اسلام کی سچی تڑپ اور ولولہ رکھتے ہوں۔

ندوہ کا یہ امتیاز رہا ہے کہ اس نے اپنے قیام کے اول دن سے مسلمانان عالم کی فکری قیادت کا فریضہ پوری ذمہ داری اور اخلاص و امانت کے ساتھ انجام دیا ہے، اس کے فضلاء نے مسلم دشمن عناصر کی ریشہ دوانیوں اور اسلام کے خلاف تیار کی جانے والی سازشوں کا پردہ چاک کر کے اسلام اور مسلمانوں کو عظیم خطرات سے آگاہ کیا ہے جس کی ایک جھلک حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء کی رپورٹ میں نظر آتی ہے جو ۱۰ اگست ۱۹۹۳ء کو جلسہ انتظامی (جس میں ملک کے تمام ریاستوں کے ارکان انتظامی شریک ہوئے) میں پڑھی گئی ندوۃ العلماء کے ان جلسوں میں پوری سنجیدگی اور گہرائی کے ساتھ ادارہ کے ترقیاتی کاموں اور حالات حاضرہ کا جائزہ لیا جاتا ہے اور سازشوں پر بھی غور و خوض ہوتا ہے اور اسلام کے خلاف سرگرم تحریکوں کی نشاندہی کی جاتی ہے، اگست ۱۹۹۳ء کے اجلاس میں حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء نے اپنی معلوماتی جاندار، پر مغز رپورٹ پیش کی جو مولانا کی عالمانہ بصیرت، فکری گہرائی و بلندی کی غماز ہے رپورٹ کے ہر جملے میں اسلام کے ایک سچے درد مند اور مخلص مبلغ و داعی کے حساس دل کا کرب و اضطراب چھلکتا نظر آتا ہے۔

اس رپورٹ میں آپ نے ایک طرف دارالعلوم کے تعلیمی میدان میں جد وجہد اور پیش رفت کا جائزہ لیا تو دوسری طرف عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی خطرناک اور دور رس اثرات کی حامل صحافتی و عسکری سازشوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔

آپ نے بتایا کہ ندوہ اینٹ چونے کی ایک عمارت کا نام نہیں وہ ایک مکمل فکری تحریک اور تعلیمی و تربیتی مشن ہے۔ اور اس ادارہ کو ایک بین اقوامی حیثیت و شہرت حاصل ہے۔

مولانا نے اپنی رپورٹ میں مزید کہا کہ اس وقت مسلمانوں کے خلاف سب سے خطرناک سازش یہ ہے کہ انھیں رجعت پسند، بنیاد پرست، اصول پرست اور دہشت گرد اور جانے کیا کیا کہا جا رہا ہے اور مغرب و مشرق کے تمام اخبارات و رسائل ایک منظم پلان کے تحت برابر یہ ہوا کھڑا کر رہے ہیں کہ اسلام اور مسلمان پوری دنیا کی سلامتی کیلئے خطرہ ہیں اور یہ سازش اتنی گہری ہے کہ خود عرب ممالک بھی اس کے شکار ہو کر اسلامی تحریکوں اور سرگرمیوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ سازش آج ایک تحریک کی شکل اختیار کر چکی ہے جسے ذرائع ابلاغ، وسائل نشر و اشاعت، ترغیب و ترہیب اور سیاسی و فوجی رشوتوں، وفود کی آمد و رفت بین اقوامی مجلسوں اور سیمناروں کے ذریعہ پھیلائی جا رہی ہے۔

مولانا نے اسی طرح ہندوستان میں مسلمانوں کے باعزت اور خوشحال بقاء کے امکانات پر روشنی ڈالی اور ان کوششوں کا بھی ناقدانہ جائزہ لیا جو منصوبہ بند اور ہمہ گیر طریقے سے انکے ملی تشخص اور دینی وجود کو ختم کرنے کے لیے کی جا رہی ہیں اس اجلاس کے معزز شرکاء حسب ذیل ہیں۔

مولانا محمد سالم صاحب، مولانا شاہ عبد الحلیم (جونپور) مولانا مرغوب الرحمان مہتمم دارالعلوم دیوبند، حکیم محمد زماں حسینی

مدرسہ اسلامیہ مہپت مئو

شاخ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک نورانی شام

عبد الباسط ندوی
(استاذ مدرسہ)

موسم نہایت ساز گار ہے، مدرسہ میں ہر طرف چہل پہل ہے، صبح ہی سے اساتذہ و طلباء کے چہروں پر خوشی و مسرت کے آثار نمایاں ہیں اس لیے کہ آج ندوۃ العلماء کے مجلس شوریٰ کے ارکان ہمارے مدرسہ کو دیکھنے اور ہماری ہمت افزائی و دلجوئی کی خاطر تشریف لانے والے ہیں۔ ظاہر ہے ان کی آمد ہم اساتذہ و طلبہ کے لیے کتنی خوش قسمتی کی بات ہوگی یہ حضرات قوم کے رہنما اور بہی خواہ ہی نہیں بلکہ ممتاز شخصیتوں کے حامل ہیں ان کی سرپرستی اور ہمت افزائی ہمارے لیے مہمیز کا کام کرتی ہے۔

بہر کیف صبح سے دوپہر اور دوپہر سے اب عصر کا وقت ہو چلا، اور عین ان کی آمد کا وقت بھی آگیا۔ شوق انتظار تیز سے تیز تر ہوتا گیا لیکن ان قابل فخر مہمانوں کا قافلہ ابھی نگاہوں سے اوجھل ہے اب عصر کی نماز بھی ہو چکی

طلبہ و اساتذہ مسجد کے باہر اپنی نگاہیں فرش راہ کیے ہوئے کھڑے ہیں کہ اچانک ایک کہنے والا کہتا ہے کہ وہ دیکھو آرہے ہیں سبھوں نے بڑھ کر استقبال کیا اور دعائیں لیں چونکہ عین ان کی روانگی کے وقت ندوہ میں گورنر صاحب (یوپی) حضرت مولانا مدظلہ سے ملنے آگئے تھے اس لیے اس مہمان سپیں یہ معزز مہمان کچھ تاخیر سے روانہ ہو سکے نماز عصر کی ادائیگی ان حضرات کی چونکہ ابھی باقی تھی اسلئے مسجد کے ایک گوشہ میں نماز ادا فرمائی بعد نماز متصلاً مسجد ہی میں ایک مختصر سا پروگرام ہوا جس میں حضرت مولانا سید ابوبکر حسنی مدظلہ نے جلسہ کی صدارت کی۔ اور مدرسہ کے طالب علم محمد اخلاق نے تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز کیا، تلاوت کے بعد محمد تمیم متعلم مدرسہ نے اقبال کی نظم ؎

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

پڑھی۔ پھر آنے والے معزز و بزرگ مہمانوں کی خدمت میں راقم سطور نے استقبالیہ کے ساتھ ساتھ مدرسہ کا مختصر تعارف بھی پیش کیا۔

مدرسہ بحمد اللہ ندوۃ العلماء سے منسلک ہونے کے بعد روز افزوں ترقی پر ہے سال رواں سے درجہ عالیہ اولیٰ (ہشتم عربی) کا بھی قیام عمل میں آگیا اور اس درجہ میں بھی طلبہ کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ دارالاقامہ میں مقیم طلبہ کی تعداد ۱۶۵ ہے اور طلبہ کی مجموعی تعداد ۴۱۰ ہے آنے والی شخصیتوں میں ہر شخصیت اپنی جگہ اس قابل تھی کہ ہم ان کے لیے مستقل الگ الگ پروگرام رکھتے اور ان سے پورا پورا استفادہ کرتے مگر وقت کی تنگ دامنی نے ہمیں اپنی آرزوؤں کی تکمیل کا موقع نہیں دیا۔ اور اپنا دامن سمٹ سمٹا کر اس قدر ہم پر تنگ کر دیا کہ بس ایک ہی دو حضرات سے فیضیابی ممکن رہ گئی وہ بھی ؎

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم

چنانچہ استقبالیہ و تعارف کے بعد حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہ مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند نے ہمیں اپنی پر مغز نصیحتوں سے نوازا۔ آپ نے فرمایا کہ کیفیت علم کے ساتھ ساتھ سوز عشق بھی ضروری ہے اور دونوں کے امتزاج سے ہی آدمی کامل و مکمل بن سکتا ہے

(باقی ص ۲۳ پر)

ڈاکٹر احمد عبد الحی، مولانا نعمان ندوی (بھوپال) افتخار حسین صاحب (بھوپال)، قاضی عبد المجید (اندور)، حکیم انعام اللہ، ابومحفوظ الکریم (کلکتہ) پروفیسر عطاء کریم برق، قاضی اطہر حسین مبارکپوری، الحاج غلام محمد عبد الغنی پیٹنی (بمبئی) مولانا سید ابوبکر حسنی، مولانا عبد الکریم پاریکھ (ناگپور) مولانا ضیاء الدین اصلاحی، مولانا سید نظام الدین (پٹنہ) مولانا محمد سعید مجددی (بھوپال) مولانا محمد حنیف ملی (مالیگاؤں) مقصود علی خاں (چیف ایڈیٹر سالار بنگلور) محمد یونس نگرامی، جناب اشتیاق علی علوی، پروفیسر وصی احمد صدیقی، مولانا محمد ولی رحمانی، شاہ شبیر عطا سلونوی وغیرہ صاحبان،

طلبہ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر مولانا عبد الکریم پاریکھ صاحب کو رواق سلیمانی کے سلیمانیہ ہال میں تقریر کیلئے مدعو کیا مولانا نے اپنی صحت و مجبوری کے باوجود کوشش قبول فرمایا اور طلبہ کو مفید مشوروں سے نوازا اسی موقع پر دار المصنفین اعظم گڑھ اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی بھی میٹنگ ہوئی اور ان دونوں اداروں کے ترقیاتی امور و کارکردگی پر غور کیا گیا۔